هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۹ مارچ ۱۹۵۶

فہرست مضامین

یادِ رفتگان

الحاج مولینا مولوی فیروزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از جناب خان عبدالحمید خاں آف فیروز سنز لاہور

(۳)

اس دورِ الحاد و مغربیت میں مرحوم و مغفور کا وجود مغتنمات میں سے تھا۔ آپ اسلامی شرافت، سادگی، اخلاق، بلند حوصلگی، یقینِ محکم اور عملِ پیہم کی زندہ مثال تھے۔ "فیروز سنز" کی تمام تر کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ قبلہ والد بزرگوار کو خدائے لم یزل کی ذات پر کامل بھروسہ تھا۔ آپ نے خلوص اور محنت سے کام کیا اور نتائج کو خدا پر چھوڑ دیا۔

قبلہ مرحوم و مغفور ایک پاک طینت اور درویش صفت بزرگ تھے۔ آپ کی تمام حیات مستعار ایک صحیح العقیدہ اور سچے مسلمان کی طرح اللہ اور اس کے رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری میں بسر ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات سے آپ کی محبت عشق کے درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ جب بھی حضورؐ کا نامِ نامی و اسمِ گرامی آپ کی زبان پر آتا۔ تو آپ چشم پُر آب ہو جاتے۔

قبلہ والد بزرگوار کی تمام زندگی اللہ والوں کی محبت اور عقیدت میں بسر ہوئی۔ حضرت خواجہ مخدوم علی ہجویری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات سے تو آپ کو والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کے کام کی ابتدا کی تو سب سے پہلے بطور تبرک انھی کی فارسی کتاب "کشف المحجوب" اور "کشف الاسرار" کا اردو ترجمہ شائع کیا۔ تاکہ عام اُردو لکھے پڑھے مسلمان ان کے ملفوظاتِ عالیہ سے مستفیض ہو سکیں۔

قبلہ بزرگوارم کی خواجہ صاحبؒ سے محبت و عقیدت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ چاہتے تھے کہ زندگی تو کیا مرنے کے بعد بھی حضرت علی ہجویریؒ کے قرب میں ہی رہیں۔ اس کے علاوہ اس جگہ کو اس لیے بھی پسند فرماتے تھے کہ مسجد قریب ہے۔ جہاں دن میں پانچ مرتبہ صدائے اذان بلند ہوتی ہے۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"جس مرنے والے کے کان میں پانچ وقت اذان کی آواز پہنچتی رہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں میں تخفیف کر دیتے ہیں۔"

اللہ کے نیک اور صالح بندوں کا شعار رہا ہے کہ وہ ہر حالت میں خوفِ خدا سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔ اپنی مغفرت اور اللہ کی خوشنودی کے وسائل سوچتے رہتے اور اپنی عبادت و ریاضت پر ہرگز غرور و ناز نہیں کرتے۔

حضرت قبلہ بزرگوارم ایک کامیاب دُنیادار ہی نہ تھے بلکہ ایک متبحر عالم اور بزرگ بھی تھے۔ قوتِ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ برسوں کے گزرے ہوئے واقعات یا حالات ذہن میں بعینہٖ محفوظ رہتے۔ اور پھر جب کسی گذشتہ واقعہ کا تذکرہ فرماتے تو تصویر کھینچ کے رکھ دیتے اور سننے والے اپنے آپ کو اسی ماحول میں پاتے۔ قوتِ فیصلہ بڑی تیز اور صائب تھی۔ اُلجھے ہوئے معاملات کے متعلق آپ جو فیصلہ فرما دیتے ہمیشہ وہی درست ثابت ہوا۔ آپ آخر دم تک صحیح الدماغ رہے اور نہایت معقول گفتگو فرماتے رہے۔

قبلہ محترم کی مجلس ایک خالص علمی، ادبی، سیاسی اور مذہبی مجلس ہوا کرتی تھی۔ جہاں ہر وقت قال اللہ و قال الرسولؐ کا ذکر رہا کرتا تھا۔ بات بات پر بلاتکلف آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ارشاد فرماتے۔ اکثر پیچیدہ سیاسی اور مذہبی مسائل کو نہایت عالمانہ اور فلسفیانہ طریق پر اس خوبی سے سلجھا دیتے کہ سننے والے عش عش کر اٹھتے۔ اُردو، فارسی اور عربی کے بیشتر شعراء کا کلام اور متعدد محاورات و ضرب الامثال نوکِ بر زبان تھے۔ جب حسبِ موقعہ کوئی پھڑکتا ہوا شعر یا چلتا ہوا فقرہ یا مناسب محاورہ ارشاد فرماتے تو گفتگو میں ایک لطف اور حسن و دلکشی پیدا ہو جاتی، اندازِ گفتگو اس قدر جاذبِ توجہ، پیارا اور دلچسپ ہوتا کہ مرحوم کی صحبت میں گھنٹوں بیٹھے رہنے سے بھی سیری نہ ہوتی تھی۔

قبلہ والد بزرگوار نماز بڑی پابندی سے ادا فرماتے، اور مرتے دم تک نماز ہی نہیں تہجد کو بھی قائم رکھا۔ باوجود شدید علالت اور انتہائی کمزوری کے نماز کا خیال آتے ہی آپ تڑپ اُٹھتے اور بیٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے۔

وصال سے دس روز قبل کئی بار فرمایا "سبحان اللہ! سبحان اللہ کیسی خوشگوار ہوا ہے"۔ کچھ دنوں کے بعد پھر اسی ہوا کو یاد فرماتے رہے۔ کہ "سبحان اللہ! سبحان اللہ!! کیسی خوشگوار ہوا تھی۔ جب پھر آئے گی تو مجھے بھی ساتھ لے جائے گی۔ وصال کے ایک روز قبل اپنی چارپائی کے داہنی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ "وہ گرا ہوا پتا لے کر آ گئے ہیں"۔ اور آخری دن فرمایا۔ کہ "وہی شخص جو کل پتا لایا تھا ارات سے تعینات ہو گیا ہے کہ میری داہنی طرف دیوار کھینچ دے"۔

وفات سے چند دن پہلے یہ بھی فرمایا۔ کہ "میں نے اپنے آپ کو حوضِ کوثر کے عظیم المرتبت مقام پر کوزوں میں پانی بھر بھر کر پیتے دیکھا تو شرمندگی سے کہیں چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔ کہ میں اور یہ عالی مقام اتنے میں ندا آئی۔ کہ ہم نے تمھیں حساب و کتاب کے بغیر بخش دیا ہے"۔ پھر فرمایا "میں یہ خواب کی باتیں نہیں کہہ رہا۔ بلکہ عالمِ ہوش اور بیداری میں اپنی آنکھوں [illegible]"۔

وصال سے تین روز قبل آپ قرآن حکیم کی آیت

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (اے جان اطمینان والی! لوٹ چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی) بلند آواز سے ورد فرماتے رہے۔

انتقال کے روز صبح فرمایا۔ کہ "میری قبر کا انتظام کیا جائے" عرض کیا گیا کہ "آپ تو پہلے ہی مزار حضرت خواجہ علی ہجویریؒ کے قریب جگہ مخصوص فرما چکے ہیں"۔ فرمانے لگے "نہیں! قبر کھودنے کے لیے آدمی بھیجو"۔

موت سے کئی روز قبل فرمایا۔ کہ میری موت ظہر و عصر کے درمیان واقع ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آپ ۱۲ر اپریل ۱۹۴۹ء کو ۴ بجے سہ پہر واصل بحق ہوئے۔

قبلہ ام کی وصیت تھی۔ کہ انتقال کے بعد مجھے زیادہ دیر یہاں نہ رکھنا اور بہت جلد دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق اسی شب ساڑھے نو بجے کے قریب آپ کو مزار حضرت خواجہ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حضرت قبلہ والد بزرگوار سنہ ۱۹۴۵ء میں ہم سب بھائیوں کی درخواست پر روزانہ گھنٹہ دو گھنٹہ اپنی زندگی کے دلچسپ واقعات لکھوا دیا کرتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں ایک نہایت ہی دلچسپ اور پُر از معلومات حالات و واقعات کا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

نزول الماء کی وجہ سے حضرت قبلہ اس مسودہ کی نظرثانی نہ فرما سکے۔ اس لیے اس میں وہ روانی، سلاست اور چاشنیٔ بیان، جو مرحوم کا طرۂ امتیاز تھی، موجود نہ رہ سکی۔ تاہم امید ہے کہ اس کا ملخص قارئین کے لیے کافی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ اور انشاء اللہ العزیز آیندہ شمارہ میں ان کے زبانی بیان فرمودہ حالات ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۱ | یوم جمعہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ ۹ مارچ ۱۹۵۶ء | شمارہ ۴۳

آئین پاکستان

خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ بالآخر پاکستان کا آئین تیار ہو ہی گیا۔ بارے ہمارا ملک اس طعنہ سے تو بری ہو گیا کہ یہاں آئین تیار ہی نہیں ہو سکتا۔ واقعات نے بتا دیا ہے کہ بہت سے مسائل صرف آئین کی غیر موجودگی کے باعث پیچیدہ تھے۔ اور آئین سازی محض پارٹی بازی اور غلط روش کی وجہ سے معرضِ التوا میں پڑی ہوئی تھی۔ ورنہ کام مشکل نہ تھا۔

اللہ تعالےٰ کا فضل خاص شاملِ حال ہوا اور حالات نے پلٹا کھایا آئین کی تکمیل ہو گئی۔ دستوریہ کے اراکین فی الواقع تحسین و آفرین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے شبانہ روز کی کوششوں سے آئین سازی کے کام کو مکمل کر دیا۔ اس سلسلہ میں ایوان کے مختلف گوشوں سے رکاوٹیں بھی پیدا ہوتی رہیں۔ اور التواء کا تقاضا بھی ہوتا رہا۔ لیکن ارادہ مصمم ہو اور تائیدِ خداوندی میسر آ جائے "تو مشکلے نیست کہ آساں نشود"۔

جہاں تک آئین کا تعلق ہے۔ اس پر اگر پورا نہیں تو قدرے اظہارِ اطمینان ضرور کیا جا سکتا ہے۔ اساسی طور پر چند باتیں ایسی ہیں جو آئندہ چل کر ہماری بہبودی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہو سکتی ہیں۔ اس دستور کو بہتر بنانے کا دارومدار ہماری نیتوں پر منحصر ہے ہمارے کام خامیوں سے مبرّا تو نہیں ہو سکتے لیکن اگر ہم صرف جادۂ مستقیم پر ہی گامزن ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے عوام کو زیادہ سے زیادہ خوشحال اور فارغ البال نہ بنا سکیں۔ نیک نیتی ہو تو نصرتِ الٰہی بھی یقینی ہوتی ہے۔ اور اس کے بغیر عوام کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی امید رکھنا اور امدادِ الٰہی کا انتظار کرنا خام خیالی ہے۔

جہاں تک قرآن اور سنّت سے استدلال کا تعلق ہے ہمیں افسوس ہے کہ ہماری اطلاع کے مطابق آئین سازی کے دوران میں قرآن و سنّت کے ماہرین سے مشورہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ دوسرے معاملات میں متعلقہ ماہرین کے مشورہ کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔

قوانین شرعیہ کا تیسرا ماخذ (قرآن اور سنّت کے بعد) اجماع علمائے امّت ہے۔ تغیر پذیر حالات اور زمانہ حال کی ضروریات کو مدّنظر رکھتے ہوئے اجماع علمائے امت کو بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ کسی مسلمان کو قرآن اور سنّت پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں۔ کتاب و سنّت کے بعد اسلام نے اجماع کی ضرورت اس واسطے سمجھی کہ ایک طرف تو بوقت اجماع (جو قرآن اور سنت کی روشنی میں ہوگا) امت کے نزاعی مسائل پر پورا غور و خوض ہو سکے گا اور دوسرے ایسے فیصلوں کو جمہور کی تائید حاصل ہوگی۔ کیونکہ مختلف علماء مختلف خیال کے عوام کی نمائندگی کریں گے۔

گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہمارے لئے اشد ضروری ہے کہ حکومت ایسے انتظامات فوراً کرے جس سے پاکستان میں قانون سازی کو ماہرین قرآن و سنّت کی تصدیق حاصل ہو سکے۔ علماء پر مشتمل بورڈ کی مستقلاً ضرورت ہے۔ جو ملک کی جملہ امور زندگی کی رہنمائی کر سکے۔

شہدائے عقیدہ ختم نبوّت

آج سے تین سال پہلے ۴ مارچ ۱۹۵۳ء کو شہدائے عقیدۂ ختم نبوّت نے لاہور میں اپنے سینے گولیوں کے سامنے پیش کئے۔ شمع رسالت کے ان پروانوں نے اپنی جانیں دے کر ثابت کر دیا۔ کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ایسے جانباز موجود ہیں۔ جو وقت آنے پر ہنسی خوشی بڑی سے بڑی قربانی پیش کر سکتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۴ مارچ ۱۹۵۶ء کے روز سارے پاکستان میں یوم شہداء منایا گیا۔ اس موقعہ پر مسلمانان پاکستان نے ان شہدا کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے مساجد میں ختم قرآن کئے اور ان کے لئے دعائیں کیں۔ اس مبارک موقعہ پر ہم بارگاہ رب العزّت میں دست بدعا ہیں کہ وہ آئندہ بھی مسلمانوں کو اسی طرح ناموسِ رسولؐ پر اپنی جان مال اور سب کچھ قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یا الٰہ العالمین!

کچھ اپنے متعلق:-

بعض حضرات کو ہفت روزہ "خدام الدین" کے موجودہ ٹائیٹل کے متعلق شکایت ہے کہ رسالہ کا نام صاف پڑھا نہیں جاتا ان کی شکایت بجا ہے مگر انہیں آرٹسٹ کی محنت اور آرٹ کی داد بھی دینی چاہئے تھی۔ تاہم ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دوسرا بلاک تیار ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ عنقریب وہ قارئین کرام کی خدمت میں حاضر ہوگا۔

بعض حضرات کو اس کے سائز کے متعلق گلہ ہے۔ ان حضرات کو غالباً اس چیز کا علم نہیں کہ روزانہ۔ ہفت روزہ اخبارات اور ماہناموں کا ایک سائز مقرر ہو چکا ہے۔ اس مقررہ سائز کی خلاف ورزی کرنے سے بہت ساری دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان حضرات کو یہ شکایت اس لئے پیدا ہوئی کہ یہ سائز جلد بندی میں حائل ہوتا ہے۔ ہمیں ان سے اتفاق نہیں۔ "الہلال" "ہمدرد" وغیرہ اسی سائز پر بلکہ اس سے بھی بڑے سائز پر چھپتے تھے اور علم دوست حضرات کے ہاں اور لائبریریوں میں ان کی جلدیں بندھی ہوئی موجود ہیں۔ ان حالات میں ہم اس شکایت کا ازالہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اور ان سے معذرت خواہ ہیں

(ایڈیٹر)

دعوتِ تقویٰ

محمد مقبول عالم بی اے لاہور

(۱)
موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے
(۲)
وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھلائے روزِ حشر
چیخ اٹھا ہر بے گناہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲:۲)

یہ ہے "کتاب"
اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔
متقی بنانے کے لیے خوب رہنما ہے۔

قرآن "دعوتِ تقویٰ" دیتا ہے۔
کیا آپ اِس دعوت کو قبول کرتے ہیں؟
اور اللہ کے پرہیزگار بندے بننا چاہتے ہیں؟
اس کے لیے لائحۂ عمل حسبِ ذیل ہیں:۔

- ایمان بالغیب یعنی اللہ پر بن دیکھے ایمان لانا
- اقامتِ صلوٰۃ یعنی نماز قائم کرنا
- انفاق فی سبیل اللہ۔ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا
- ایمان بالکتاب یعنی ہدایاتِ ربانی پر ایمان لانا
- ایمان بالآخرت یعنی آخرت پر ایمان لانا

نتیجہ یہ ہوگا کہ:

۱۔ ایمان بالغیب سے اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان پیدا ہوگا۔ اور اُس کی محبت حاصل ہوگی۔
۲۔ نماز اللہ تعالےٰ کی بندگی کرنے اور اُس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ایک عملی صورت ہے۔ اس سے "بندۂ خدا" بن کر زندگی بسر کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا
۳۔ انفاقِ فی سبیل اللہ سے دنیا کی محبت نکل جائے گی اور اللہ کے بیکس و بے بس بندوں کی خدمت کا جذبہ ابھرے گا۔ نیز دین کی نشر و اشاعت میں خرچ کرنے سے ماحول کی اصلاح ہوگی اور ملک میں اچھا نظام قائم ہونے کے لیے زمین ہموار ہوگی۔
۴۔ ہدایاتِ ربانی کو ماننے اور اُن پر عمل کرنے سے ملک میں امن و انصاف پیدا ہوگا۔ اور آخرت کی زندگی بھی سنور جائے گی۔
۵۔ آخرت کے یقین سے اعمال کی جزا و سزا کا یقین حاصل ہوگا۔ اور اچھے عمل کرنے اور بُرے عمل سے بچنے کا احساس پیدا ہوگا۔

قرآنِ حکیم کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت سے یہ اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں۔ ان اوصاف کے حامل ہی "متقی" کہلاتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے مقصدِ حیات کو پورا کرتے ہیں اور دنیا و آخرت میں فلاح پاتے ہیں۔

(سورہ بقرہ رکوع اول)

ایمان اور اسلام

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ (۴۳: ۶۷)

وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ مسلمان بھی تھے۔

درسِ حکمت

ایمان دل کی چیز ہے۔ خدا کا خوف دل میں ہو۔ تو اللہ تعالےٰ کے حکموں پر عمل کرنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے یہ ارادہ پختہ ہو جائے۔ تو عمل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس یوں سمجھئے کہ خوفِ خدا اصل چیز ہے۔ ارادہ ایمان ہے، عمل اسلام ہے۔

خوفِ خدا ہی سے انسان صحیح معنوں میں انسان ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر انسانیت آتی ہے۔ ورنہ یہ دو ٹانگوں والا حیوان ہے۔ خوفِ خدا نہ رہے۔ تو انسان اس قدر ظالم، اس قدر مُوذی اور اس قدر بے حیا بن جاتا ہے۔ کہ اللہ نے اس سے بڑھ کر کوئی حیوان پیدا ہی نہیں کیا۔ خوفِ خدا ہی ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو گناہ سے روکتی ہے۔ ورنہ دنیا کی کوئی طاقت انسان کو گناہ سے باز نہیں رکھ سکتی۔

خوفِ خدا کیسے پیدا ہوتا ہے؟ یاد رکھو ہر چیز کا ایک خاصہ ہوتا ہے۔ جو اُسی میں پایا جاتا ہے۔ کتاب اللہ کا خاصہ خوفِ خدا ہے۔ اس لیے خوفِ خدا درکار ہو تو علمائے ربانی کی صحبت ہی تعلیم قرآنی حاصل کریں۔ خوفِ خدا کرنے کی فقط یہی ایک راہ ہے۔ اگر اسے اختیار نہ کیا۔ تو یاد رکھو کہیں سے بھی خوفِ خدا حاصل نہیں ہوگا۔ اور خوفِ خدا حاصل نہ ہوا تو ایمان پیدا نہ ہوگا۔ اور ایمان نہ ہو تو اسلام کیسا؟

مسلمان کہلانے والو! اگر تمہارے وجود سے عملِ اسلامی کا ظہور نہیں ہوتا۔ تو دل میں احکامِ الٰہی کی تعمیل کا ارادہ یعنی ایمان نہیں ہے۔ اور اگر ایمان نہیں ہے۔ تو خوفِ خدا بھی نہیں ہے۔ اور جس شخص میں خوفِ خدا نہیں وہ انسان کیسا؟

ذرا سوچو! ہم کن معنوں میں "مسلمان" ہیں؟ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب عمل بالاسلام نہیں تو مسلمان کیسے؟

بتاؤ! یہ غفلت کب تک رہے گی؟ آہ! تم دنیا کے معاملے میں کتنے ہوشیار ہو۔ اور دین کے معاملے میں کس قدر غافل! کیا یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں؟ جب مسلمان بنتے ہو۔ تو صحیح معنوں میں مسلمان بنو۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا اے ایمان والو ایمان لاؤ
(۴: ۱۳۶)

تدبیر اس کی فقط یہی ہے کہ قرآنِ حکیم کی تعلیم حاصل کرو۔ اور اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو۔ تب مومن اور مسلمان بنوگے۔ بلکہ صحیح معنوں میں "انسان"!
مبارک ہیں وہ جو سنتے ہیں اور سرِ تسلیم خم کرتے ہیں

تبصرہ

ماہنامہ ضیاء العلوم۔ فیض باغ لاہور

سائز ۲۰×۳۰ - خوبصورت رنگین ٹائیٹل پیج صفحات ۵۶ چندہ سالانہ تین روپے آٹھ آنہ۔ حضرت مولینا محمد مطیع الحق کی زیرِ ادارت یہ مذہبی ماہنامہ حال ہی میں لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ پاکستان میں مذہبی اخبار و رسائل کی بہت کمی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ ماہنامہ کافی حد تک اس کمی کو پورا کرنے میں مدد دے گا۔ اس ماہنامہ میں دوسرے مذہبی مضامین کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر اور احادیث کی تشریح باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔ ہم قارئین "خدام الدین" سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس ماہنامہ کی اشاعت میں حصہ لے کر مدیر محترم اور دیگر کارکنوں کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔

(ادارہ)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِینَ قُتِلُوا ...... اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْن

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ انکو مردہ مت سمجھو وہ اپنے
مالک کے پاس زندہ ہیں۔ ان کو روزی ملتی ہے اور اللہ نے
جو اپنے فضل سے ان کو دیا ہے اس پر خوش ہیں شہید
اپنی جان دے کر قوم کی لاج رکھتا ہے اور اس کو زندگی بخشتا
ہے۔ قوم کی تاریخ کو چمکا دیتا ہے)
(قرآن الحکیم)

زندہ قوم اپنے
شہیدوں
پر ہمیشہ فخر کرتی ہے اور ان کی
یادگاریں قائم رکھتی ہیں!

حدیث شریف

حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ [illegible] کے خون کے قطرے زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی
جنت [illegible] کی جاتی ہے۔ شہیدوں کو سبز پرندوں کی سعادت عطا
کی جاتی ہے۔ وہ جنتوں میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔
شہادت بڑی محبوب اور کامیاب موت ہے
(مشکوٰۃ شریف)

یادِ شہدائے تحریک

اے جان دینے والو محمدؐ کے نام پر
ارفع بہشت سے بھی تمہارا مقام ہے

تحریکِ پاک ختمِ نبوت کے عاشقو!
واللہ! تم پہ آتشِ دوزخ حرام ہے

وہ چار مارچ جس پہ گزرتے ہیں ۳۱ سال
لاہور جس کی یاد میں غم اہتمام ہے

تحریک کو وہ زندہ جاوید کر گیا
خونِ شہید سرخیٔ نقشِ دوام ہے

ہیں یاد اُن دنوں کی حکومت کے نائبین!
مرقوم جن کا خون کے چھینٹوں پہ نام ہے

ہے دامن ان کا خونِ مسلماں سے داغدار
ذکر انکا قتل گاہ میں ہر صبح و شام ہے

کرتے ہیں وہ ستم ہوسِ اقتدار میں
ہے کام یہ ہوس کا سیاست کا نام ہے

اب آئیں گے وہ پوچھنے احوال کشتگاں
پھر مرغ دل کیو اسطے دانہ ہے دام ہے

لیکن نہیں ہے ختم نبوت کا جن کو پاس
اُن کو تو دُور ہی سے ہمارا سلام ہے

(بشکریہ نوائے پاکستان)

مسئلہ مساوات کی تحقیق و تفصیل

(قسط نمبر ۴)

(سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ ۲ مارچ ۱۹۵۶ء)

از جناب مولانا محمد علی صاحب خطیب سنہری مسجد لاہور

صدیق اکبرؓ باوجود نرمی و رحمت کے جو ان کی طبیعت میں مرکوز تھی۔ تساوی معاملات میں اتنے سخت ہیں۔ خلافت سنبھالتے ہی سب کو متنبہ کر دیا اور فرمایا کہ :-

"میں تم میں سے افضل نہیں ہوں۔ اور میری اطاعت بھی تم پر جبھی تک ہے جب تک میں خدا تعالیٰ کی اطاعت کروں۔ لیکن حقوق و معاملات میں کسی بڑے چھوٹے قوی ضعیف کی رعایت کرنے والا نہیں ہوں"

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جبلہ ابن الایہم کا واقعہ گزرا ہے۔ جب غسان کا بادشاہ مسلمان ہو کر آیا تھا اس کی مدارات بھی زیادہ کی جاتی تھی۔ مدینہ منورہ میں داخلہ کے وقت اس کا استقبال بھی دھوم دھام، تزک و احتشام سے ہوا تھا، مگر طواف بیت اللہ کرتے ہوئے قبیلہ فزارہ کے ایک کم حیثیت شخص کے اس نے تھپڑ مار دیا۔ اور وہ بھی اس وجہ سے کہ اس نے جبلہ کے ازار پر پیر رکھ دیا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کے بادشاہ ہونے اور اپنے معاملات احترام و اکرام کا جو اس کے ساتھ کئے تھے۔ کچھ خیال نہ کر کے قصاص کا حکم دے دیا کہ فزاری بھی جبلہ کے تھپڑ مارے۔ پھر مساوات محض اسی حد تک نہیں کہ ضعیف کو قوی کے ساتھ حقوق میں برابر کر دیا نہیں بلکہ یہاں تک رعایت کی کہ مجلس حکومت و قضا میں بھی کوئی امتیاز سلطان و رعیت یا امیر و غریب یا رئیس و مرؤس میں نہیں رکھا۔ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے۔

ویسوی بین اصناف الرعیۃ فی العدل ولا یقدم احدا تقدیما لا فی الجلوس ولا فی الکلام ولا فی غیرھا لانہ فرض علیہ ان یعدل القاضی بین الخصمین فی لحظہ والفاظہ ومقعدہ۔

ترجمہ:- رعیت کے تمام انواع و اصناف میں مساوات کو ملحوظ رکھا جائے کسی کو کسی پر مرتبہ یا حال کی وجہ سے تقدیم و ترجیح نہ دے۔ قاضی کو چاہئے کہ مدعی مدعا علیہ میں کسی بات کا فرق نہ کرے۔ نہ اُن کی مجلس میں نہ اُن کی طرف دیکھنے میں نہ گفتگو میں۔ تساوی حقوق و معاملات کا دائرہ اہل اسلام تک محدود نہیں۔ بلکہ غیر مسلم، ذمی، و مستامن کو بھی اسی طرح شامل ہے اور ہر نوع و محل کے مناسب احکام بتلا دئے گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا جس میں ایک فریق مسلمان تھا اور ایک یہودی۔ آپ کو ثابت ہو گیا کہ حق یہودی کا ہے۔ اُس کی ڈگری فرما دی۔ حضرت علیؓ خلیفہ راشد تھے۔ جن کے تمام ممالک اسلامیہ پر حکومت و اختیارات عام تھے۔ ایک یہودی پر آپ نے اپنے قاضی شریح کے ہاں دعویٰ دائر کیا۔ مدعا علیہ کے برابر کھڑے ہوئے دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو گواہ پیش کئے۔ جن میں ایک گواہ بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ تھے۔ قاضی صاحب نے یہ کہہ کر کہ ثبوت ناکافی ہے۔ بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں معتبر نہیں ہے۔ دعویٰ خارج کر دیا۔ اس عدل و انصاف، تسوید و مساوات کو بیان کرنے کے بعد اب ہم شرعی طور پر امتیاز اور اس کے احکام بیان کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امتیاز دو قسم کے ہیں۔ ایک امتیاز تمدن و معاشرت۔ دوسرا امتیاز مذہب و دیانت۔ شریعت اسلام نے ہر ایک امتیاز کو اس کے درجہ پر رکھ کر جُدا جُدا احکام بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً نسب کے اندر امتیاز شرافت کی وجہ سے کفاءۃ کی قید لگا دی۔ کہ زوجین ہم کفو ہوں۔ ایک کا نسب عالی ہے۔ دوسرے کا کمتر۔ ایک پیشہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے کا بُرا تو ہم کفو برابر کے نہیں ہے۔ اور اس شرط کے لگانے میں اشتراک و انفراد دونوں کا خیال رکھا۔ لڑکی کے اولیاء کو چاہیئے کہ کفوء میں نکاح کریں۔ اگر غیر کفوء میں نکاح کریں تو فسخ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ شرط اس درجہ کی نہیں کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ولی راضی ہو جائے تو قائم رہ سکتا ہے۔

علی ہذا دو شخص بالکل ایک درجہ کے ہوں۔ کسی کو کسی پر نسباً حسباً فوقیت نہ ہو۔ مگر حق جوار سے ایک کو دوسرے پر فوقیت ہو جاتی ہے۔ جو ہمسایہ کا وہ حق ہے جو غیر ہمسایہ کا نہیں ہے اخلاقی طور پر اس کی اتنی رعایت کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن ہی نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:-

مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ

جبریل نے پڑوسی کے بارے میں اس قدر وصیت کی حتیٰ کہ مجھ کو گمان ہو گیا کہ اس کو وارث ہی نہ بنا دیا جائے

اور معاملات میں بھی اس کو تفوق دیا گیا ہے۔ جائداد غیر منقولہ میں جار کا حق مقدم ہے اور شریک کا اس سے بھی زیادہ۔ لیکن اس حق کے اندر بھی اشتراک کی حیثیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ حق شفعہ کے لئے ایسے قیود لگا دیئے گئے کہ اگر شفیع ان شرائط و قیود کو ملحوظ رکھ کر ادا کر دے تب تو حق شفعہ ثابت ورنہ ساقط۔ والدین کے ساتھ زندگی میں بھی رعایت کی گئی ہے۔ باپ اگر بیٹے کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ علی ہذا کوئی شخص اگر کسی غلام کو قتل کر دے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے قصاص لیا جاتا ہے۔ مگر اپنے غلام کو اگرچہ وہ مسلمان ہی کو قتل کر دے تو قصاص نہیں لیا جاتا۔ گو ابراہیم نخعی و سفیان ثوری اس صورت میں بھی قصاص دلواتے ہیں۔ سلطان و رعیت کے حقوق باوجود عدل و انصاف کی میزان کے صحیح پیمانہ پر قائم کرنے اور باوجود رعیت پر ظلم و اہانت کسی قسم کی تعدی و جور کی سخت ممانعت و حرمت کے سلطان کے امتیاز کو خصوصیت دی گئی ہے۔ اس کو ظل اللہ کہا گیا ہے، اس کے احکام کی اطاعت ضروری کی گئی ہے۔ اس کے خلاف فتنہ پردازی کو اس حد تک روکا گیا۔ جس سے دین میں خلل نہ پڑے۔ زیاد بن کسیب عدوی سے روایت ہے کہ میں ابو بکرہ صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ابن عامر منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ لباس ان کا باریک کپڑے کا تھا۔ ابو بلالؓ نے کہا۔ دیکھو ہمارے امیر فساق کا سا لباس پہنتا ہے۔ حضرت ابو بکرہؓ نے سُنا تو فرمایا چپ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے :-

من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ

(جو شخص سلطان کی اہانت کرتا ہے۔ خدا اس کو ذلیل کرتا ہے)

اہانت تو ہر انسان کی کیا ہر ایک کی منع ہے۔ مگر السلطان ظل اللہ کے الفاظ سے سلطان کا خاص امتیاز و احترام ثابت ہوتا ہے۔ یہ خیال نہ کیا کہ ابو بلالؓ کا کہنا امر بالمعروف یا نہی عن المنکر میں داخل تھا۔ اور سلطان کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا افضل جہاد میں داخل ہے پھر ابو بکرہؓ کا روکنا کیونکر جائز تھا۔ اس لئے کہ لباس امیر گو باریک تھا۔ مگر ناجائز نہ تھا۔ اور پھر یہ صورت امر بالمعروف کی نہ تھی۔ اگر کہنا تھا تو خود امیر سے کہنا تھا۔ بلکہ ایک صورت غیبت یا توہین کی تھی۔ جس کو حضرت ابو بکرہؓ نے روکا۔

مرد و عورت میں اشتراک انسانیت کفاءۃ۔ نسب شرافت جمال و کمال کے باوصف اس صنفی امتیاز کی وجہ سے احکام میں بھی امتیاز قائم کیا گیا ہے۔ اوّل تو ایک اجمالی طریقہ پر مرد و عورت کے امتیاز پر اس طرح مطلع کیا گیا۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم الآیۃ

ترجمہ:- (مرد حاکم اور مؤثر ہیں عورتوں کے اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو بعض کو بعض پر دی ہے اور اس لئے کہ وہ اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔)

اور پھر اشتراک و انفراد کے تفصیلی احکام کی تقسیم دی گئی۔ طرفین کے حقوق کی تقسیم دی گئی۔ عورت کے حقوق مرد پر قائم کئے گئے۔ اور مرد کے عورت پر مگر [illegible] قوامیت [illegible] دی۔ عقد نکاح ایک تراضی طرفین کے لحاظ تو [illegible] برابر ایک معاہدہ ہے مگر جب مرد کی قوامیت [illegible] طلاق کا اختیار صرف مرد کو ہی دیا گیا۔ عورت مرد سے طلاق طلب کر سکتی ہے مگر خود جدا نہیں ہو سکتی۔ مرد کے ذمہ عورت کا نفقہ واجب کیا گیا۔ اور عورت کے ذمے تربیت اولاد

(باقی صفحہ ۱۰)

واقعۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ عبدالرحمٰن لدھیانوی صاحب بی-اے-بی-ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج-شیخوپورہ

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ — کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ — صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

پہنچے افلاک پہ معراج میں جب شاہِ اُممؐ! — ہر طرف سے یہی آتی تھیں صدائیں پیہم
آج تک تجھ سا نہ دیکھا کہیں خالق کی قسم — من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

پہلے نہلایا فرشتوں نے بچھا کر طشت — طے ہوئے پھر وہ زمیں اور فلک کے سب دشت
امتحانوں کی میسر ہوئی کیا کیا گلگشت — شبِ معراج عروج تو از افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبیؐ

شبِ معراج فلک پر جو گئے میرے نبیؐ — پیشوائی کو ملک آئے بجذابِ قلبی
کہہ رہے تھے یہی سب دیکھ کے والا حسبی — مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہِ الْکَرِیْمِ ط اَمَّا بَعْد

حقیقت معجزہ

واقعۂ معراج سرورِ کائنات امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک اہم معجزہ ہے۔ معجزے کے لغوی معنی عاجز کرنے والی بات ہے۔ معجزہ اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہوتا ہے اس میں نہ تعلیم و تعلم ہوتا ہے

نہ انبیاء کا کچھ اختیار۔ نہ معجزہ صادر کرنے کا کوئی خاص ضابطہ اور قاعدہ ان کو سکھایا جاتا ہے کہ جب چاہیں ویسا عمل کر کے ویسا ہی معجزہ دکھلا دیا کریں۔ بلکہ جس طرح ہم قلم سے لکھتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قلم لکھتا ہے۔ اور فی الحقیقت اس کو لکھنے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہی صورت معجزہ کی بھی ہے۔ ایسا نہیں کہ انبیاء جس وقت چاہیں یہ خدا کا فعل ہوتا ہے جو تمام دنیا کو عاجز کر دیتا ہے۔ معجزہ فی الحقیقت حق تعالیٰ کی طرف سے نبوت کی عملی تصدیق ہوتی ہے۔ حق تعالےٰ کا جو فعل عام حسنِ طبعیہ کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہوتا وہ اس کی عام سنت اور عادت کہلاتی ہے اور جو اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے تقاضا سے ظاہر ہو۔ وہ خرقِ عادت ہے۔

اعتراضاتِ بر معراج

جسمِ عنصری کا تھوڑی دیر میں مسجد اقصیٰ پہنچنا اور اس سے بھی عجیب یہ کہ آسمانوں پر جانا اور آسمانوں سے گزر کر عرش تک جانا اور وہاں باوجود اس جسمِ عنصری کے روحانیات محضہ سے ملنا جنت و دوزخ دیکھنا بالکل بعید از قیاس ہے۔ حکماء نے اس کے محال ہونے پر اور آسمان کے خرق و التیام کے محال ہونے پر دلائل قائم کئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے جسمِ عنصری کا ایسی حرکت سریع کرنا خصوصاً جبکہ اس کی عنصریت۔ روحانیت سے بھی لطافت میں بڑھ جائے کچھ بھی محال نہیں۔ آجکل ریل تار برقی ہوائی جہاز کی حرکت کو ملاحظہ کر لیجئے۔ یہ معراج۔ روحانیت کا کامل غلبہ ہے۔ عبادت تسبیح کے سبب روح جسم پر غالب آگئی اور جسمانیت میں سرایت کر گئی اور جسم بھی بمنزلہ روح کے لطیف ہو گیا تھا۔ اور یہ بات اہلِ کمال پر مخفی نہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل سے پہلی دونوں سورتوں کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت تسبیح اور اس پر صبر یعنی اس کی تکالیف برداشت کرنے اور اس پر مداومت کا حکم دیا گیا تھا۔ جس کی آپ نے بخوبی تعمیل کی۔ اب سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء میں اس عبادت و صبر کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے یعنی معراج۔

کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہو گی یا کرۂ نار و زمہریر میں سے کیسے گزرے ہوں گے؟ یا اہلِ یورپ کے خیال کے مطابق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں۔ تو ایک آسمان سے دوسرے آسمان اور دوسرے سے تیسرے تک اس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابلِ تسلیم ہو گا؟ لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقع میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعوے بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نیلگونی چیز جو ہم کو نظر آتی ہے فی الحقیقت آسمان نہیں ہے تب بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نیلگونی رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہو سکتا۔

جوابات اعتراضات:-

رہا ایک رات میں سفر کرنا۔ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ تمام حکماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعتِ حرکت کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو سال پہلے تو کسی کو یقین بھی نہیں آ سکتا تھا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار ہو گی یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کر سکیں گے۔ بجلی اور لاسلکی کے کرشمے بس اب دیکھے ہیں۔ طیاروں میں سخت ٹھنڈک کا مقابلہ کرنے والے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جو طیاروں کی زمہریر سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینیں ہیں۔ خالق کی بلاواسطہ پیدا کی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ زمین یا سورج ۲۴ گھنٹوں میں اتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں تک پہنچتی ہے۔ بادلوں کی بجلی مشرق میں چمکتی ہے اور مغرب میں گرتی ہے۔ ایسی سرعتِ سیر کہ جس میں پہاڑ بھی سامنے آ جائے۔ تو [illegible] کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا نے یہ چیزیں پیدا کیں کیا وہ قادرِ مطلق اپنے حبیبؐ کے براق میں بھی یہ تیز رفتاری کی [illegible] اور حفاظت و آسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا۔ جن سے حضور بڑی راحت و تکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک [illegible]

قرآن نے حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد کیا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ نے چاہا کہ تخت بلقیس آپ کے پاس حاضر کیا جائے تو ایک شخص نے جن کو اللہ تعالےٰ نے ایک خاص علم دیا تھا عرض کیا۔ میں چشم زدن میں اس کو حاضر کر سکتا ہوں [illegible] ایسا ہی ہوا۔

عروج روحانی آپ کو کئی بار ہوا ہے۔ اس واقعہ معراج سے پہلے خواب میں عروج ہوا ہے جس کی حکمت یہ لکھی گئی ہے کہ بتدریج آپ میں معراجِ اعظم کی استعداد برداشت ہو جائے۔

حق تعالےٰ نے جس اہتمام سے قصۂ اسریٰ کو بیان کیا ہے اس سے اس واقعہ کا نہایت ہی عجیب و غریب

ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ سیر محض روحانی طور پر ہوتا تو یہ کوئی عجیب بات نہ تھی۔ دوسرے عبد کا لفظ روح اور جسم پر بولا جاتا ہے۔ اگر یہ خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتا تو جس وقت کفار نے تکذیب کی تھی بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات پوچھے تھے تو آپ اس وقت آسانی سے جواب دیدیتے کہ میں بیداری میں نہ تھا۔ اور بیت المقدس کی ہیئت اور کیفیت بیان کرنے کے متعلق فکر میں نہ پڑتے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ اُن کے سوال کرنے پر فکر ہوئی حق تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ آپ کے سامنے کر دیا۔ اور آپ نے ہر ایک سوال کا جواب نقشہ دیکھ کر دیا۔

آنحضرت نے صبح کو اس معراج کی کیفیت بیان فرمائی۔ تو اہل مکہ اور بھی تمسخر کرنے لگے۔ چنانچہ قریش کے چند قافلے ملک شام میں تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ قریش مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ اگر آپ راتوں رات بیت المقدس گئے تو فلاں فلاں قافلے آپ کو راستہ میں ضرور دکھائی دیئے ہوں گے۔ آپ سچے ہیں تو اُن کی پوری کیفیت بیان فرمایئے کہ اس رات وہ کہاں تھے۔ اور اہل قافلہ اس وقت کیا کر رہے تھے۔ اور اُن میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے اُن کی سب مفصل کیفیت بیان کر دی۔ اور جب وہ قافلے واپس آئے تو لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ فلاں شب تم کہاں تھے اور کیا معاملہ تم پر گذرا تھا۔ انہوں نے وہی بیان کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کفار کی ایک جماعت تمسخراً حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بھی پہنچی اور کہا اے ابوبکرؓ! تم نے اپنے دوست کی نئی کہانی سنی وہ کہتے ہیں کہ میں رات کو بیت المقدس ہوتا ہوا آسمانوں پر پہنچا اور جنت و دوزخ کی خوب سیر کی۔"

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میرے دوست نے جو کچھ بیان کیا درست ہے وہ اللہ کا رسول ہے اللہ کا اس کو اپنے حضور میں بلانا بالکل صحیح ہے اسی تصدیق کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ کا لقب صدیق ہوا۔ اسلئے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے واقعۂ معراج کی تصدیق کی۔

لہٰذا جمہور سلف وخلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ بیداری میں بجسدہٖ الشریف معراج ہوئی۔ سلف میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالتِ بیداری میں محض روحانی طور پر ہوئی۔ اس واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب وغریب خواب یا سیرِ روحانی کی نہ تھی۔ بعض احادیث میں صاف الفاظ ہیں کہ صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا۔ اگر معراج محض روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے۔

برکات ملک شام: مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو علماء کی اصطلاح میں اسریٰ کہتے ہیں۔ اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کو معراج کہتے ہیں۔ معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں۔ اور اس کا مادہ عروج ہے۔ جس ملک میں مسجد اقصیٰ واقع ہے۔ وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری اور باطنی برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے نہریں۔ غلے۔ پھل اور میووں کی افراط۔ اور روحانی اعتبار سے بہت سے انبیاء ورسُل کا مسکن اور مدفن۔ اور ان کے

نبوتوں وانوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ تو گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے آپ کی ذاتِ مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے۔ جو نعمتیں بنی اسرائیل کو عطا ہوئی تھیں۔ اُن پر اب بنی اسماعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار وبرکات کی حامل ایک ہی اُمت ہونے والی ہے۔ احادیث معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضورؐ کو جو سیادت وامامتِ انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اس کا عملی نمونہ آپ کو اور مقربین بارگاہ کو دکھلایا گیا۔ اللہ تعالیٰ جسے اپنی قدرت کے نشانات دکھلانا چاہے دکھلا دیتا ہے۔ اُس نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مناجات کو سنا اور آپ کے احوال رفیعہ کو دیکھا آخر معراج شریف میں آنکھ سے وہ آیات عظام دکھلائیں۔ جو آپ کی استعداد کامل اور شانِ رفیع کے مناسب تھیں۔

آپ کو معراج میں صدہا اسرارِ غیب، آسمانوں جنت ودوزخ کے حالات دکھلائے گئے۔ یہ اس نبوت کی اعلیٰ ترقی ہے۔ جنت ودوزخ کی چشم دید حالت، ملائکہ اور عالم قُدس کے لوگوں کی کیفیت آپ کو مرحمت فرمائی گئی۔ تاکہ نبوت کے مرتبہ کی تکمیل ہو جائے جو تمام جہانوں کے نبی کے لئے ضروری تھی۔

انبیاء علیہم السلام کے مختلف مدارج ومراتب ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے آدمؑ کو برگزیدگی، ادریسؑ کو علو مکان ورفعت شان، نوحؑ کو شرفِ قبولیتِ دعاء، ابراہیمؑ کو خلت، موسیٰؑ کو جلوۂ طور وخطاب، عیسیٰ کو دم و احیاء سے موتیٰ کے ساتھ نوازا تھا۔ لہٰذا دولتِ احمدیہ اور رسالتِ محمدیہ کا جب عالی شان خیمۂ بلند ہوا تو جو فضیلت اور بزرگی انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً پائی جاتی تھی وہ سب آپ کی ذاتِ جامع کمالات میں جمع کر دی گئیں۔ غرض، آپ کی ذاتِ اقدس ایک ایسا صاف وشفاف آئینہ تھا جس میں تمام اُولوا العزم انبیاء کی خوبیوں کا عکس بڑی تابانی کے ساتھ پڑتا تھا۔ جب اس آفتابِ نبوت نے اوجِ جامعیت کے تمام مراتب طے کر لئے۔ تو آپ کو معراج کے لئے اپنے پاس بلایا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کو آسمان اور زمین کے ملکوت یعنی اندرونی نظام کا مشاہدہ کرایا گیا تھا۔ اور یہ بھی آنکھوں سے دکھایا گیا تھا کہ خدا کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو طور پر جلوہ ربانی دکھایا گیا۔ اور حضرت خضرؑ کے ساتھ کچھ مدت تک پھرایا گیا۔ ایسے ہی کچھ تجربات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تھے کبھی آپ خُدا کے مقرب فرشتے حضرت جبرئیل کو اُفق پر اُن کی اصلی صورت میں علانیہ دیکھتے ہیں۔ جبرئیل کے چھ سو بازو تھے۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی مرتبہ آپ نے دیکھا تھا۔ اور دیکھ کر گھبرائے تو سورہ مُدّثر اُتری۔ دوسری بار جبرئیل کو آپ نے معراج کی رات دیکھا۔ جبکہ وہ اپنی اصلی شکل میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تھے اس بیری کے درخت کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے پھیلاؤ ساتویں آسمان

میں تھی حق تعالیٰ کے انوار وتجلیات اس درخت پر چھا رہے تھے اور فرشتوں کی کثرت وہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ سُنہری پروانے تھے نہایت خوش رنگ۔ جن کے دیکھنے سے دل کھنچا جاتا تھا۔ اُس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اُس کا حسن وجمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔ ابن عباسؓ کے قول کے مطابق معراج میں اللہ کا دیدار حضورؐ کو ہوا حضرت عائشہ صدیقہؓ کی احادیث میں تصریح ہے کہ ان آیات سے رویتِ رب مراد نہیں ہے رویتِ جبرئیلؑ مراد ہے ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے جو ابن عباسؓ کے خاص اصحاب میں ہیں نقل کیا ہے کہ یہ رویت چونکہ صرف قلب سے نہ تھی بلکہ قلب اور بصر دونوں کو دیدار سے حصہ مل رہا تھا ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی۔ یہ ایک خاص درجہ کی رویت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق میسر ہوئی۔ اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک نہیں۔ نیز ان ہی انوار وتجلیات کے تفاوت وتنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ آپ میں اور جبرئیل میں روحانی مناسبت بھی تھی جو معرفت تامہ کا مدار اعظم ہے۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کے ذریعہ اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمایا تھا رویتِ صورتِ اصلیہ معرفتِ تامہ کا مدار ہے وہ مطلق رویت نہیں بلکہ رویتِ اصلیہ ہے۔ اس کو دیکھنے کے وقت قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی

بہر حال اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ۱۲ نبوت میں جبکہ سرکار دو جہاں کی عمر شریف ۵۱ برس نو ماہ کی تھی۔ رجب المرجب کی ستائیسویں شب تھی اور پیر کا دن تھا۔ اور آپ حطیم میں آرام فرما رہے تھے۔ بعض روایت میں ہے کہ اس رات آپ اپنی چچا زاد بہن امّ ہانی رضؓ کے گھر میں تھے۔ اس کی تطبیق علماء نے یوں کی ہے کہ امّ ہانی رضؓ کا گھر حرم میں واقع تھا کہ یکایک چھت شق ہو گئی اور حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ کے سینہ مبارک کو چاک کر کے زمزم کے پانی سے دھو کر علم وحکمت کا خزانہ بھر دیا۔ اور اس کے بعد سینہ مقدس کو درست کر دیا۔ پھر براق پیش کر کے معراج کی خوشخبری سنائی۔ سواری کے بعد جبرئیلؑ نے رکاب تھامی اور میکائیلؑ نے لگام پکڑی اور اس شان سے حضورؐ کی سواری روانہ ہوئی پھر آپ کا گذر یثرب کی زمین پر ہوا۔ جہاں آپ نے دو نفل پڑھے پھر آپ مدائن سے گذرے یہاں بھی آپ نے دو نفل پڑھے پھر آپ بیت اللحم سے گزرے یہاں بھی آپؐ نے نماز پڑھی پھر آپ کا گذر بہت سی ایسی قوموں پر ہوا جو اپنے اپنے اعمال کی سزا میں مصروف تھیں اس کے بعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۸ رجب ۱۳۷۵ھ ۲ مارچ ۱۹۵۶ء

انسان کی تین حالتوں پر سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب نہیں بولتی

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور)

(۱) ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے سے پہلے تو کیا تھا اور تیری مختلف حالتوں کی تبدیلی کس کے حکم سے ہو رہی تھی۔

(۲) مرنے کے بعد تمہیں کیا کیا حالات پیش آنے والے ہیں۔ اور ان میں تم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہو۔

(۳) نمبر ۲ کو مدنظر رکھ کر تمہیں دنیا کی زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔

برادران اسلام مذکورالصدر تینوں عنوانوں میں سے پہلا اور دوسرا عنوان تو ایسا ہے کہ عقل سلیم اس پر شاہد ہے کہ انسان اس پر روشنی ڈال ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ پہلے مردہ ہوتا ہے اس کو کئی منزلیں طے نہ کرانے کے بعد اللہ تعالےٰ اس مردہ کے اندر روح ڈالتا ہے اس وقت انسان زندہ ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان کب یہ بتلا سکتا ہے کہ میں پہلے کس حالت میں تھا اور پھر کس کس حالت سے منتقل ہوکر زندگی کے درجہ پر پہنچا ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس نمبر ۲ کے متعلق بھی انسان بیان کرنے سے محض عاجز ہے۔ جب انسان مرنے کے بعد پیش آنے والے حالات سے محض نابلد ہے۔ تو ان حالات کے پیش آنے پر کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ دنیا کی زندگی میں تیاری کرکے نہ جائے۔ لہٰذا اللہ جل شانہٗ ہی انسان کی دنیا کی زندگی میں ایسے پروگرام (نظام الاوقات) بنا کر دے سکتا ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کی مرنے کے بعد والی زندگی خوش گوار ہو جائے۔

دونوں زندگیوں کی خوشحالی

اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ جو شخص میری رہنمائی کو مدنظر رکھ کر زندگی بسر کرے گا۔ میں اس کی دونوں زندگیاں (دنیا اور آخرت) سنوار دوں گا۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴

ترجمہ:۔ (جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلہ میں دیں گے۔ اُن کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔

دونوں زندگیاں برباد

اللہ تعالےٰ نے خداوندی نظام الاوقات کی مخالفت کرنے والوں کی دونوں زندگیاں برباد ہونے کا بھی اعلان فرمایا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پارہ ۱۶)

(ترجمہ:۔ اور جو میرے ذکر (قرآن مجید) سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ کہے گا کہ اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائیگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انھیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا گیا ہے

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید کی مخالفت کرنے والے کی دونو زندگیاں برباد ہوں گی۔

مسلمانوں کا فرض

لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ اللہ تعالےٰ کے تجویز کردہ پروگرام زندگی کو عملی جامہ پہنائیں تاکہ ان کے دونو جہان سنور جائیں۔ وما علینا الا البلاغ

تفصیل اجمال اوّل

ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے سے پہلے تو کیا تھا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا) الآیۃ سورۃ الحج رکوع ۱ پارہ ۱۷

ترجمہ:۔ اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے میں شک ہے تو ہم نے تمہیں مٹی سے پھر قطرہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی نقشہ بنی ہوئی اور بغیر نقشہ بنی ہوئی سے بنایا۔ تاکہ ہم تمہارے سامنے ظاہر کر دیں اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ایک مدت معین تک ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں۔)

حاصل

یہ نکلا کہ اے انسان تمہیں اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے مٹی سے لے کر سات درجے طے کرا کے ماں کے پیٹ سے باہر نکالا۔

نتیجہ

اب اس احسان الٰہی کا شکریہ یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے جس کام کے لئے انسان کو دنیا میں پیدا کیا ہے وہ کام کرے اور وہ فقط یہ ہے کہ اسی خالق کے تجویز کردہ دستور العمل حیات انسانی یعنی قرآن مجید پر اس طریقہ پر عمل کرے جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے

تفصیل اجمال دوم

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ سورہ عبس رکوع ۱ پارہ ۳۰

(پھر اس کو موت دی۔ پھر اس کو قبر میں رکھوایا)

(ب) فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ (سورۃ المؤمن رکوع ۵ پارہ ۲۴)

(ترجمہ:۔ پھر اللہ نے اسے تو ان کے فریبوں کی برائی سے بچا لیا اور خود فرعونیوں پر سخت عذاب آپڑا۔ وہ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) فرعونیوں کو سخت عذاب میں لے جاؤ۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے ان باغیوں کو صبح اور شام قبر میں آگ پر پیش کیا جاتا ہے

قیامت کے دن قبروں سے اٹھنا

(قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (سورۃ یٰسین رکوع ۴ پ ۲۳

(ترجمہ: کہیں گے ہائے افسوس کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھایا۔ یہی ہے جو رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔

حاصل

یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں قیامت اور اس کے متعلقہ واقعات کا انکار کیا کرتے تھے وہ قبروں سے اٹھتے ہی انبیاء علیہم السّلام کی معرفت جو اطلاعات انہیں پہنچی تھیں ان کی فوراً تصدیق کریں گے۔ مگر اب اس تصدیق کا کیا فائدہ۔

اعمال ناموں کی تقسیم

(۱) (فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ

اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ (سورۃ الحاقۃ رکوع ۱ پارہ ۲۹)

(ترجمہ: جس کو اس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ سو وہ کہے گا کہ میرا اعمال نامہ پڑھو۔ بے شک میں سمجھتا تھا کہ میں اپنا حساب دیکھوں گا۔ سو وہ دل پسند عیش میں ہو گا۔ بلند بہشت میں جس کے میوے جھکے ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو ان کاموں کے بدلے میں جو تم نے گذشتہ دنوں میں آگے بھیجے تھے۔

حاصل

یہ نکلا کہ انبیاء علیہم السلام کی اطلاعات پر جو لوگ ایمان لے آئے تھے۔ اور ان اطلاعات کی بنا پر آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کی دنیا میں پوری کوشش کی تھی۔ وہ لوگوں کو بلا بلا کر اپنے نامۂ اعمال دکھائیں گے اور کہیں گے کہ مجھے اپنے حساب کا یقین تھا۔ اس لئے میں یہیں سے تیاری مکمل کر کے آیا تھا۔ ایسے لوگوں کو وہاں ہر طرح کا آرام ملے گا۔ اللھم اجعلنا منھم

(ب) وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ (سورۃ الحاقۃ رکوع ۱ پارہ ۲۹)

(ترجمہ: اور جس کا اعمالنامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ تو کہے گا۔ اے کاش میرا اعمالنامہ نہ ملتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش وہ (موت) خاتمہ کرنے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ مجھ سے میری حکومت بھی جاتی رہی۔ اسے پکڑو۔ پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے (اسے جکڑ دو۔ بے شک یہ اللہ پر یقین نہیں رکھتا تھا۔)

حاصل

یہ نکلا۔ کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اطلاعات پر یقین نہیں کرتے تھے۔ انہیں قیامت کے دن سخت حسرت تمنا پڑے گا۔ اس دن کہیں گے کہ میرا مال اور میرا رعب و داب میرے کسی کام نہ آیا۔ خدا تعالیٰ کا غضب ایسے لوگوں کے خلاف بھڑکے گا۔ حکم ہو گا۔ کہ ان کے گلے میں طوق ڈال کر دوزخ میں داخل کر دو۔ ایسے بے ایمانوں کو ستر گز لمبے زنجیر میں جکڑ کر لے جاؤ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میدان محشر سے فراغت کے بعد منکرین کا ٹھکانا

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝ (سورۃ الزمر رکوع ۸ پارہ ۲۴)

(ترجمہ: اور جو کافر ہیں دوزخ کی طرف گروہ گروہ ہانکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئیں گے۔ تو اس کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے۔ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے۔ جو تمہیں رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے۔ اور آج کے دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے۔ کہیں گے ہاں لیکن عذاب کا حکم (علم ازلی میں) منکروں پر ہو چکا تھا۔ کہا جائے گا۔ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس میں سدا رہو گے۔ پس وہ تکبر کرنے والوں کے لئے کیسا برا ٹھکانا ہے۔

پرہیزگاروں کا ٹھکانا

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ (سورۃ الزمر رکوع ۸ پارہ ۲۴)

(ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف گروہ گروہ لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔ اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے۔ تم پر سلام ہو۔ تم اچھے لوگ ہو۔ پس اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔

تفصیل اجمال سوم

انسان کی دنیوی زندگی کا نظام الاوقات

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

(ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے مونہہ موڑنے والے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر۔ اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو۔ تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدہ کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (سورۃ المؤمنون ع ۱ پ ۱۸)

حاملین قرآن کا فرض

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (سورۃ النور رکوع ۷ پارہ ۱۸)

(ترجمہ: کہدو۔ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ پھر اگر مونہہ پھیرو گے۔ تو پیغمبر پر تو وہی ہے۔ جس کا وہ ذمہ دار ہے۔ اور تم پر وہ ہے جو تمہارے ذمہ لازم کیا گیا ہے۔ اور اگر اس کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ اور رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

اس اعلان

کی بنا پر حاملین قرآن مجید پر فقط اتنا فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ منبع ہدایت ورحمت الٰہی یعنی قرآن مجید کے احکام تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے اس کے منکروں تک پہنچا دیں۔ جو لوگ ان پر عمل کریں گے ان کی آخرت سنور جائے گی۔ اور جو لوگ ان کے تسلیم کرنے سے انکار کریں گے۔ ان پر اتمام حجت ہو جائے گا۔ قیامت کے دن وہ یہ نہیں کہہ سکیں گے۔

ربنا ما جاءنا من نذیر

(ترجمہ: اے رب ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔)

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین!

بقیہ مسئلہ مساوات کی تحقیق و تفصیل

(صفحہ ۵ سے آگے)

اطاعت خاوند وغیرہ۔ اور باوجود ان انفرادی احکام کے مرد کو تاکید کے ساتھ عورت کی دلجوئی۔ راحت رسانی حسن معاشرت کی تاکید کی گئی۔ اس کو زبان سے ہاتھ سے معاملہ سے تکلیف پہنچانے کی سخت ممانعت کر دی گئی۔ اختلاط نسب سے محفوظ رہنے کی وجہ سے عورت تو ایک وقت دو مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ مگر مرد کو تعدد نکاح میں یہ اندیشہ نہ ہونے کی وجہ سے بلکہ بسا اوقات ضرورت بقاء نسل یا تکثیر اولاد یا دیگر اسباب کے لحاظ سے اس کی اجازت دی گئی۔ مگر عدل و مساوات کو اس پر فرض کر دیا گیا۔ مرد کی خدمات اور اس کی ذمہ داری ہونے کو لحاظ کر کے میراث میں فرق کر دیا گیا۔ علی ہذا عورتوں کو بلحاظ نزاکت اعضاء و مصروفیت خدمات خانہ انجام دہی فرائض شاقہ سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ جب دو شخص آپس میں ملتے ہیں تو سلام کرنا مسنون ہے۔ اور یہ حکم عام ہے مگر اس میں بھی فرق مراتب و درجات امتیاز مقام و حالات کو ملحوظ رکھا گیا۔ صغیر و کبیر کی ملاقات ہو۔ تو صغیر کو ابتداء بالسلام کرنی چاہئے۔ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ دوسرے کا گذر اس کی طرف ہوا تو آنے والے کو ابتداء کا حکم ہے۔ علی ہذا ایک سوار ہے ایک پیادہ تو سوار کو چاہئے کہ

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۱۷ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر ارشاد فرمائی :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اَمَّا بَعْد! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے :-

احکامِ شرعیہ کی تعمیل میں تسلسل (پابندی) لازمی ہے

اس کی شہادت میں پہلے قرآن مجید اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پیش کروں گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴ پارہ ۲۴)

(ترجمہ:- بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)

یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے ایک دفعہ اللہ تعالےٰ کو اپنا پروردگار مانا اور پھر اس پر جم گئے۔ عسر اور یسر رنج و راحت غرضیکہ ہر حالت میں اسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہے اور دوسرے کے دروازہ پر نہیں گئے۔ یہ صاحب استقامت اور توحید پرست ہیں۔ توحید اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ توحید جانبین سے ہونی چاہیئے۔ اگر توحید میں کہیں فرق آ گیا تو یہ مخلوط بالشرک ہو جائے گی۔ ہمارا بھی اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں ہم بھی اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے نہیں۔ جب رب العلمین کو ہم نے اپنا لیا تو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔

مفسرین حضرات نے مندرجہ بالا آیت کی کئی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ موت کے وقت ملائکہ یہ پیغام لے کر صاحب استقامت کے پاس آئیں گے کہ تم ڈرو نہیں اور غم نہ کرو۔ خوف مستقبل کے متعلق ہوتا ہے۔ خدا جانے مرنے کے بعد کیا حالات پیش آئیں۔ یہ خوف ہے۔ اور حزن ماضی کے متعلق ہوتا ہے جو کرنا تھا وہ کیا نہیں۔ اس کے متعلق غم کرنا یہ حزن ہے

اس قسم کے حضرات کو ملائکہ عظام جنت کی خوشخبری دیں گے۔ جنت مقصود بالذات نہیں ہے مقصود بالذات تو اللہ تعالےٰ کی رضا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ

(سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰) ترجمہ :- (اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے) جنت تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لئے مہمان خانہ ہے۔ (نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴ پ ۲۴)

(ترجمہ :- بخشنے والے نہایت رحم والے کی طرف سے مہمانی ہے)

بادشاہوں کی ملاقات کے لئے کچھ قواعد و ضوابط ہیں جو ملنا چاہتا ہے وہ پہلے منظوری لیتا ہے۔ اس کے بعد بھی یہ نہیں ہوتا کہ جب ملاقاتی پہنچے تو بادشاہ سلامت اس کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود ہوں بلکہ بادشاہ کا نمائندہ ملاقاتی کو لے جا کر مہمان خانہ میں ٹھہرا دے گا۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ ملاقات دو ماہ بعد ہو یا اڑھائی ماہ بعد بعض اوقات چھ چھ مہینے گذر جاتے ہیں۔ نظام حیدرآباد (دکن) کے ہاں یہی دستور تھا۔ جب تک ملاقات نہ ہو یہ شاہی مہمان ہیں۔ اور بادشاہ کی طرف سے وظیفہ مل رہا ہے میزبان کی شان کے مطابق مہمان کے ساتھ سلوک ہوتا ہے نظام اور بیگم صاحبہ بھوپال کی طرف سے بعض علماء کرام کی ذات خاص کے لئے وظائف مقرر تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان حضرات کا وجود ہی تبلیغ دین ہوتا ہے۔ یہ دنیا کے بادشاہوں کا دستور ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کی مہمان نوازی کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ جنت کی نعمتوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آنکھوں نے ان کو دیکھا نہیں۔ کانوں نے سنا نہیں اور دل میں ان کا وہم بھی نہیں گذرا۔ بچہ کو تعلیم کا شوق دلانے کے لئے باپ کہتا ہے کہ اگر تم محنت کر کے پاس ہو جاؤ گے تو تمہیں کوٹ سلا دوں گا یا بوٹ یا سائیکل لے دوں گا۔ بچہ ان چیزوں کے لئے محنت کرتا ہے۔ وہ امتحان میں کامیابی کے نتائج سے بالکل بے خبر ہے۔ اگر اس سے یہ کہا جاتا کہ امتحان میں کامیابی سے فلاں فلاں فوائد حاصل ہوں گے تو وہ کبھی محنت نہ کرتا اسی طرح اگر انسانوں سے یہ کہا جاتا کہ اللہ کی عبادت کرو گے تو وہ راضی ہو جائے گا۔ اس چیز کی قیمت کو اکثر انسان نہ سمجھ سکتے۔ عام طور پر انسانوں کی مرغوبات طبع تین چیزیں ہیں :-

(۱) کھانا (۲) پینا (۳) تعلقات ازدواجی

اس لئے جنت کی نعمتوں میں زیادہ تر انہیں تین چیزوں کا ذکر آتا ہے۔ کئی قسم کے میوے ہوں گے۔ دودھ کی نہریں اور حوریں ہوں گی۔ نہ جنت اور نہ جنت کی نعمتیں مقصود بالذات ہیں۔ مقصود بالذات اللہ تعالےٰ کی رضا ہے :- وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔

اس کے متعلق حضور کا ارشاد ہے کہ جنتیوں سے اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ تمہیں کچھ اور چاہیئے وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ آپ نے سب کچھ دے رکھا ہے اور ہمیں کیا چاہیئے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ آج کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا؟ —— یہ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ہے۔ ہم نے اس جہان سے یہ ڈگری حاصل کر کے جانا ہے۔ اس کے لئے احکام شرعیہ کی تعمیل میں تسلسل ضروری ہے۔

اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔

(سورۃ الحجر رکوع ۶ پارہ ۱۴)

(ترجمہ:- اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو۔ یہاں تک کہ تمہیں موت آئے)

یہاں یقین سے مراد موت ہے یعنی تادم زیست فرائض عبدیت کو نبھانا ہے۔

اس آیت میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جن کی ذات اقدس کو ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

(سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱)

(ترجمہ:- البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (الآیۃ سورۃ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳)

(ترجمہ :- (ان سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تادم زیست عبدیت کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے مامور ہیں۔ آپ کو ہمارے لئے عبدیت کا نمونہ قرار دیا گیا۔ اس لئے ہمیں بھی عبدیت کے فرائض کو تادم زیست نبھانا ہے نماز کی ادائیگی عبدیت کے فرائض سے سبکدوش ہونے کی ایک صورت ہے بشرطیکہ نماز اللہ کی رضا کے لئے پڑھی جائے۔ مثلاً جمعہ خدا کی رضا کے لئے پڑھا جائے

تو دس دن کے گناہ بخشا دیتا ہے۔ میں انگریز کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ جو شخص انگریز کپتان پولیس کے کہنے پر خطیب کی رپورٹ لینے کے لئے آتا تھا تو اس کے لئے نماز جمعہ پڑھنا بے کار تھی۔ گناہ معاف ہونے تو کجا اس پر تو خدا کی لعنت پڑھتی تھی۔ لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری (اللعنت البعد من الرحمۃ)

کلمہ گو مسلمان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ عبدیت کی ذمہ داری مرتے دم تک نبھائے۔ اس کے علاوہ ان کو فکر معاش بھی کرنی پڑتی ہے۔ اور اس کے لئے اسباب میں ہاتھ ڈالنا خلاف شریعت نہیں۔ کافر اور مومن میں یہ فرق ہو جاتا ہے۔ دونو اسباب میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ جب نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ تو مسلمان اللہ تعالیٰ کا ممنون احسان ہوتا ہے۔ کہ اس نے میری کوشش کو بار آور بنایا۔ کھانا کئی واسطوں سے گزر کر انسان کے پیٹ میں جاتا ہے۔ مسلمان کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا۔ ختم کرنے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پڑھے گا۔

(ترجمہ: شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے کھلایا پلایا اور مجھے مسلمانوں میں سے بنایا)

یہ بھی ایک طرح کا توکل ہے۔ اس کے برخلاف کافر نتیجہ کو اپنی لیاقت کا ثمرہ قرار دے گا۔ اس کے ہاں خدا کا نام کہیں نہیں آئے گا۔ بعض اخص الخواص ہوتے ہیں جو مسلک انبیاء علیہم السلام پر چلتے ہیں اس قسم کے حضرات اپنی تمام خدا داد قوتیں اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے وقف کر کے اپنی ضروریات کی کفالت اللہ کے ذمہ ڈال دیتے ہیں۔ ان کے توکل کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۝ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط

(سورۃ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸)

ترجمہ:- اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان نہ ہو۔

مومن کے توکل کے متعلق کسی نے کہا ہے ع

بر توکل زانوئے اشتر ببند

(توکل پر اونٹ کا گھٹنا باندھ دو) مومن کو دنیا میں دو کام سنبھالنے پڑتے ہیں۔

(۱) خدا کو بذریعہ عبادت راضی کرنا

(۲) کسب معاش کے لئے سعی کرنا۔

اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ:- جس نے دنیا کو محبوب بنایا۔ اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اور جس نے آخرۃ کو محبوب بنایا اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا پس باقی رہنے والی چیز (یعنی آخرۃ) کو فنا ہونے والی چیز (یعنی دنیا) پر ترجیح دو۔)

انسان یا تو دنیا کو مقدم رکھے گا۔ اور آخرۃ کو اس کا ضمیمہ بنائے گا یا آخرۃ کو مقدم رکھے گا اور دنیا کو اس کا ضمیمہ بنائے گا۔ دونوں میں سے ایک کو درجہ تکمیل تک پہنچانا پڑے گا۔

حضور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے اور اسی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا اپنی امت کو مشورہ دے رہے ہیں۔ حضور کا دوسرا ارشاد یہ ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ۔

(ترجمہ:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے۔ جو ہمیشہ کیا جائے گو تھوڑا ہو)

اللہ تعالیٰ کو حضورؐ کے اتباع کے ذریعہ راضی کرنا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ باقی سب راستے بند ہو چکے ہیں۔ اس طرح استقامت علی الدین نصیب ہوگی۔ اس کے لئے مرکزی نقطہ اللہ والوں کی صحبت ہے ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ

(الآیۃ۔ سورۃ الکہف رکوع ۴ پارہ ۱۵)

ترجمہ: (تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں)

عام مسلمانوں کے لئے دنیا کمانی ضروری ہے۔ اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ لیکن کمانے میں حضورؐ کے مشورہ کو ہر وقت سامنے رکھنا پڑے گا۔ آخرۃ کو دنیا پر ترجیح دینے کے اصول کو پیش نظر رکھیں گے تو دنیا اور آخرۃ دونوں سنور جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ اے انسانو! جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو میرے پاس ہے وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ ط

(سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴)

(اس آئینہ میں دنیا میں بسنے والوں کا منہ دیکھئے اکثریت دنیا میں غرق نظر آتی ہے)

گفتن و کردن فرقے دارد

(کہنے اور کرنے میں فرق ہے)

اول تو یہ باتیں اکثریت کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ اگر سمجھ میں آ بھی جائیں تو ان کے مطابق عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔ قال کے بعد حال کے لئے صاحب حال کی صحبت کی ضرورت ہے جس فن میں انسان کامل ہونا چاہے اس فن کے باکمال کی صحبت میں مدت مدید تک زندگی بسر کرنے کے بعد یہ کامل بن جائے گا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ لوہار بننے کے لئے لوہار کی صحبت۔ درزی بننے کے لئے درزی کی صحبت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ ادھر بھی یہی حال ہے۔ صحبت سے کتاب و سنت کا رنگ چڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس پر استقامت بخشے۔ آمین یا الہ العالمین

مسئلہ مساوات کی تحقیق و تفصیل:-

(صفحہ ۱۰ سے آگے)

سلام کرے۔ غرض ہر جگہ اور ہر نوع پر جہاں جس قسم کا امتیاز موجود ہو۔ اسی قسم کا احکام میں بھی انفراد ہے اسی طرح مذہب و دیانت کی تفریق نے باوجود ہر قسم کے رشتہ اتحاد کے اور باوجود ان مساوات حقوق انسان کے جس کو ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں احکام میں تفریق کر دی اور ایسا کرنا عقل و فطرت کی رو سے ضروری و لازمی تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نوع انسانی بوجہ تفرقہ مذہب و دیانت دو حصوں پر منقسم ہو سکتی ہے ایک مومن و مسلم دوسرے غیر مومن و غیر مسلم۔ اول قسم کے اندر اور باعتبار دیانت بہت سے درجات و مراتب ہیں۔ علیٰ ہذا دوسری قسم میں بھی درجات و مراتب ہیں۔ شریعت اسلام نے اول تو مسلم و غیر مسلم کے احکام میں امتیاز قائم کیا۔ پھر ان تفاوت مراتب و درجات کی وجہ سے ہر ایک نوع کے اصناف میں۔ امتیاز و تفاوت بھی دو طرح کا ہے۔ احکام آخرۃ میں یا احکام دنیا میں جو شخص خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے انبیاء و رسلؑ کو نہیں مانتا۔ احکام منزلہ کو قابل تسلیم نہیں سمجھتا۔ درحقیقت اس نے انسانی تخلیق کی غرض و غایت کو مٹانا چاہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو انسان کے لئے کار آمد بنایا۔ اور انسان کو اس کے لئے پیدا کیا کہ اس کی اطاعت و شکر گزاری کرے۔ جب نوع انسانی میں دو گروہ ہو گئے۔ تو لامحالہ ہر ایک گروہ کے انفرادی احکام جداگانہ ہوں گے۔ دونوں گروہ کو تمام احکام میں مساوی کر دینا ظلم عظیم سمجھا جائے گا۔ سرکش و نافرمان متمرد و متعنت کو مطیع و منقاد و تابع فرمان کے برابر کر دینا۔ عقل و فطرت قوانین سلطنت نظام عالم کے بالکل خلاف ہے۔ خداوند عالم فرماتے ہیں:-

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ

(کیا ہم مسلم کو مجرم کے برابر کر دیں)

مسلم کا غیر مسلم سے امتیاز کن معاملات اور کن امور میں ہے۔ ہم اس کی چند مثالیں بیان کر دینا کافی سمجھتے ہیں کسی مسلم عورت کا غیر مسلم مرد سے نکاح درست نہیں کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں۔ عورت مرد کے تابع ہوتی

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

نمبر ۷

(از جناب ماسٹر اللہ دتا صاحب عبد اللہ (پوہری) کر تو پنڈوری ضلع شیخوپورہ)

کاؤنٹ ٹالسٹائی روسی فلاسفر کا بیان

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان شاندار مصلحین امت سے ہیں۔ جنہوں نے اتحاد امت کی بڑی خدمت کی ہے۔ اُن کے فخر کے لیئے یہ بالکل کافی ہے کہ انہوں نے ایک وحشی قوم کو نور حق کی ہدایت کی۔"

پادری کینسن ایزک طیلر کہتے ہیں کہ :۔

بانیٔ اسلام نے مذہب کا اصل الاصول خدا کی وحدانیت اور عظمت کو قرار دیا ہے رہبانیت اور خانہ نشینی کو موقوف کر کے بہادری اور جوانمردی قائم کی۔ انسانوں میں اخوت کی روح پھونکی۔ فطرۃ انسانی کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کے اخلاق ہم سے بڑھتے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کی عظمت و وقعت

قرآن کیا ہے؟ قرآن ایک واجب التعظیم کتاب ہے جس نے بتایا ہے کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہیئے؟ اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ فضل و کمال عیب و نقصان حقیقت اشیاء عبادات و اطاعت گناہ و معصیت کوئی بات ایسی نہیں ہے۔ جس کا قرآن جامع نہ ہو۔ واقعات کے اعتبار سے اس کی آیتیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اُترتی رہی ہیں اور یہی ایک چیز تھی۔ جس نے تمام عرب میں قومیت کی روح پھونک دی۔ جنگ جو قبائل میں اتفاق و اتحاد کی بنیاد ڈال دی اور دُنیا میں ایک عالمگیر رابطہ اخوت پیدا کر دیا وہ آداب و اصول جو فلسفہ و حکمت پر قائم ہیں۔ جن کا اساس عدل و انصاف پر مبنی ہے جو دُنیا کو بھلائی اور احسان کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک جزو بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال و میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھلاتا ہے۔ ضلالت و گمراہی کے گڑھے سے نکالتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں سے بچا کر فضائل و عزت کی روشنی میں لاتا ہے۔ اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے جو جاہل اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے سیہ قلب ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ قرآن کی ان صریح آیات کو بالکل نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عرب کی تمام بُری اور قبیح عادتیں جو مدت ہائے دراز سے تمام ملک میں رائج تھیں ایک دم مٹ گئیں۔

شق القمر کی تصدیق

۲۸ مارچ کو کیپ ٹاؤن سے لندن ایک تار موصول ہوا تھا کہ :۔

"نووا اکیلوریس نامی ستارہ جو دُنیا کے ستاروں میں بلحاظ عظمت و شان گیارھویں درجہ کا ہے۔ مگر بغیر مدد آلات آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔ یہی خبر ارجن ٹائن رصدگاہ لاپلاٹا سے بایں مفہوم آئی تھی کہ عجیب صورت کا ستارہ دکھائی دیا ہے۔ اس امر کی تصدیق کے لئے جنوبی امریکہ کے رصد خانوں میں دیکھا گیا تو واقعی ستارہ دو ٹکڑے ہو گیا ہے۔

حضور کا بچوں پر شفقت فرمانا۔

آپ بچوں سے بڑا اُنس رکھتے تھے۔ آپ ان کو راستہ میں روک لیتے اور اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ آپ بچوں کے ساتھ اُچھلتے کودتے تھے۔ اور ان کے کھلونوں سے کھیلتے اور کودتے تھے۔ آپ نے عمر بھر کسی کو نہیں مارا۔ آپ نے شدید ترین الفاظ جو کبھی مخالفین مذہب کے متعلق کہے تھے کہ اسے کیا ہے۔ خدا کرے اس کا چہرہ خاک سے آلودہ ہو۔ جب آپ سے کہا گیا کہ فلاں شخص کو بددعا دیں۔ تو آپ نے جواب دیا۔ میں بددعا دینے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ انسانوں کے ساتھ رحم کا سلوک کرنے آیا ہوں۔ آپ بیماروں کی مزاج پرسی کرنے جاتے۔ اور جو جنازہ آپ کو ملتا تھا۔ آپ اس کے ہمراہ ہو لیتے تھے۔ آپ ایک غلام کی شرارت بھی برداشت کر لیتے تھے۔ اپنے کپڑے خود دھوتے اور پیوند لگاتے تھے۔ اور اپنے جوتوں کی خود مرمت کرتے تھے۔

رسول عربیؐ میں تمام انسانوں سے زیادہ انسانیت تھی۔

غیر مسلم فاضلوں کی رائے قرآن کے متعلق :۔

(۱) اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اسلام ہے۔

(۲) قرآن کی سورۃ بہت عجائب ہے۔ اس میں فصاحت بلاغت بھری ہے۔ اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ قرآن کے اندر کئی بہت اچھی باتیں ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔

(۳) قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امین ناصح نصیحت کر رہا ہے۔ اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کرتا ہے۔

(۴) قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان مثل اس کی نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے۔ جو مردوں کو زندہ کرنے سے بہتر ہے (مسٹر سیل)

(۵) قرآن (دید) تحریف سے پاک ہے (دیباچہ قرآن مسٹر جی ایم۔ راڈویل)

(۶) کوئی کتاب ۱۳ سو برس سے ایسی نہیں ہے کہ اس کی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو (ولیم میور)

(۷) سر ولیم میور انجیل یوحنا کے متعلق لکھتے ہیں " بے شک یہ کتاب مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے تصنیف کی۔ (تاریخ کلیسا)

مسیحی نامہ نگار کی تحریر :۔

پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دیئے ہیں۔ کیونکہ مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کریگا۔ تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائے گا۔ قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں۔ کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ قبول کر لیتی ہیں۔ وہ محلوں، ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے

(ڈاکٹر سموئیل جانسن)

قرآن کی وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اُصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

دیگر مذاہب پر نظر کی جائے تو بائبل کے احکامات اور بائبل میں تو ہر سال تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ عیسائی مذہب میں صرف بصورت زنا طلاق کا حکم ہے اب ضرورت زمانہ سے مجبور ہو کر اور صورتیں اختیار کرنی پڑیں۔

پنڈت ہری رام صاحب کا بیان

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی

صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-
کلکتہ میں ہندو مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا تو اس شورش کو رفع کرنے کی خاطر جناب پنڈت جی صاحب مذکورہ اخبار نئی دنیا روزانہ کلکتہ ۸ر نومبر شمارہ ۱۳ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں :-

خاکسار کو مذہب اسلام کی نسبت کوئی دعوےٰ نہیں ہے - اور نہ در اصل اس قابل ہے کہ ایسے جامع علوم و فنون مذہب اسلام کی عزت اپنے قلم سے رقم کر سکے - ایسا تو وہی شخص بخوبی کر سکتے ہیں جو مذہب اسلام کے پیرو ہیں یا اس کے عالم ہیں - خاکسار محض طالب حق ہونے کی وجہ سے اس غلط فہمی کو دور کرتا ہے - جو عوام کی بدقسمتی سے اسلام کی نسبت لوگوں کے دل و دماغ میں قائم ہے - اور خاکسار صرف اس لئے ایسا کرتا ہے - کہ کسی دوسرے آدمی نے اس کام کو سرانجام دینے کی جرأت نہیں کی - اور چونکہ ایسا کرنا باشندگان ہند کے لئے خاص طور سے ضروری ہے - اوّل تو اسلام کچھ ایسے عمل سکھلاتا ہے کہ جو غیر مسلم باشندگان ہند کے لئے ضروریات میں سے ہیں - اور جن پر ان کی آئندہ کی سلامتی اور بہبودی منحصر ہے - دوسرے اسلام کی غیر مسلم کے دل میں جو ہیبت اور نفرت ہے - اور ناسمجھی کی وجہ سے جو کشیدگی پیدا ہوتی ہے - اور اس سے فتنہ و فساد ہوتے ہیں - ان کا بہترین تدارک بجز انکشاف اصلیت کے نہیں ہو سکتا - اگر غیر مسلم اقوام مذہب اسلام کو ظالم غیر منطقی اور برباد کن سمجھتی ہیں لیکن حقیقت میں اسلام ظالم یا غیر منطقی نہیں - اگر وہ ایسا ہوتا تو قائم نہیں رہ سکتا تھا - حق پرستوں کو کسی ناسمجھ کے غیر ذمہ دار فعل کو مذہب اسلام سے وابستہ نہیں کرنا چاہئے - یہ خلاف انصاف ہے - اور مذہب اسلام ایسے فعل کا کسی طور پر ذمہ دار نہیں ہو سکتا - خود غرض اور ناسمجھ اشخاص ہر مذہب کی آڑ میں ناشائستہ حرکات کرتے رہتے ہیں - مسلم اور غیر مسلم ہر دو کا فرض ہے کہ وہ مذہب اسلام کا بے تعصبانہ اور غیر تعلقانہ مطالعہ کریں - اور مشاہدات کی مدد سے اس تعلیم اور ہدایات کی نسبت نتیجہ اخذ کریں - تب وہ اس کی صداقت کو جان سکتے ہیں -
اگر سنجیدہ مسلمان اور قابل علماء پروفیسران اپنے مذہب کے فلسفہ اور ہدایات کی توسیع کو پسند فرمائیں تو اسلام کی اعلیٰ خدمت کر سکتے ہیں اور خلق کو بہت فائدہ پہنچا سکتے ہیں - اس سے ان کے مذہب کی لازوال تبلیغ ہو سکتی ہے - غیر مسلم بھی ایسے لوگوں کے وعظ اور لکچر کو خوشی سے عزت بخشیں گے - کیونکہ اس سے در اصل ان کی عملی زندگی بہتر ہو جاتی ہے - میں نے عظمت اسلام کو محسوس اسلام کی صداقت کی غرض سے رقم کیا ہے - اس میں کوئی میرے پوشیدہ اغراض نہیں - ہاں میں صداقت کا اظہار کرنا جہاں کہیں حقیقت کی نسبت غلط فہمی ہو - اپنا فرض سمجھتا ہوں - اور میری زندگی کا مشن بھی یہی ہے - کہ میں جو کچھ رقم کرتا ہوں - بغرض مباحثہ نہیں کرتا - میرا مطلب اسلام کی باریکیوں کی تشریح کرنا بھی نہیں - صرف ان باتوں کو رقم کرتا ہوں - جو اکثر مباحثہ میں رہتی ہیں - جو در اصل مباحثہ کے قابل ہیں - وہ چند باتیں یہ ہیں - جو ذیل میں سوال و جواب شکل میں درج کی جاتی ہیں :-

س - کیا اسلام سچا مذہب ہے اگر ہے تو کس طرح
ج - اسلام سچا مذہب ہے - جس عمل کی ہدایت کرتا ہے اس کے کرنے سے وہی نتیجہ ہوتا ہے - جو وہ بتاتا ہے -

(س۲) اسلام میں کتنی خوبیاں ہیں جو اس کو عظمت دیتی ہیں -
(ج۲) اسلام عملی مذہب ہے - اور وہ عملی طور سے علمی زندگی میں دیتا ہے - ایک خدا کی پرستش اور جملہ انسان کی برادرانہ مساوات اس کو خاص فوقیت بخشتی ہے -
(س۳) کیا مذہب اسلام میں روحانی و دماغی طاقت حاصل ہو سکتی ہے - اور انسان اس سے اعلیٰ قوتیں حاصل کر کے اعلیٰ تربیت اور انجام کو پہنچ سکتا ہے -
(ج۳) اسلام کے طرز مراقبہ و عمل سے ضرور روحانی و دماغی طاقت حاصل ہوتی ہے اور انسان اعلےٰ مرتبہ اور نجات کو حاصل کر سکتا ہے - بہت کافی اشخاص اس کا تجربہ کر چکے ہیں -

(باقی باقی)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سادگی اور احساس فرض

مرتبہ علامہ حکیم حافظ محمد یوسف رشید چغتائی ایڈیٹر ماہنامہ الشفاء کہروڑ پکا ضلع ملتان

(گذشتہ سے پیوستہ - سلسلہ کے لئے ۱۰ر فروری ۱۹۵۶ء)

قریب تھا کہ بیت المقدس کو مجاہدین اسلام فتح کر لیں کہ باشندگان شہر نے صلح کی درخواست کی - اس درخواست میں زبردست شرط یہ تھی کہ معاہدہ صلح خود خلیفہ اسلام یہاں آ کر تحریر کریں - سپہ سالار افواج اسلامیہ حضرت ابو عبیدہؓ نے دربار خلافت میں لکھا کہ بیت المقدس کی فتح کا دار و مدار حضرت کی تشریف آوری پر ہے - حضرت فاروق اعظمؓ نے بمشورہ صحابہ کرام سفر شام کی تیاری کی اور مدینہ سے روانہ ہو گئے - یہ شان و شوکت دیدنی ہے - ذرا دیکھنا فاروق اعظمؓ جن کے نام سے آسمان لرزتا تھا زمین ہلتی تھی کس کر و فر سے اسلام کے رعب و داب کا سکہ دشمنوں کے دل پر بٹھانے جا رہے تھے - نقارہ و نوبت خدم و حشم ہے نہ لاؤ لشکر ڈیرہ ہے نہ خیمہ ہے - سواری میں ایک گھوڑا ہمرکابی میں چند مہاجرین اور انصار بس ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

فوج میں پہنچے معاہدہ صلح لکھا گیا - صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے دستخط سے اس کی تکمیل ہوئی - اب حضرتؓ شہر بیت المقدس میں تشریف لے چلے - گھوڑے کے سم گھس گئے تھے اس لئے گھوڑا رک رک کر چلتا تھا حضرتؓ گھوڑے پر سے اتر پڑے - لوگوں نے ایک ترکی النسل کا اعلیٰ گھوڑا پیش کیا - اس پر سوار ہونے کو تو ہو گئے - مگر جب وہ شوخی کرنے لگا - تو یہ فرما کر اتر گئے - کمبخت یہ غرور کی چال تم نے کہاں سے سیکھی - اس کے بعد آپ پیدل ہی تشریف لے چلے - جب شہر کے قریب پہنچے تو حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ افسران فوج استقبال کو آئے حضرتؓ کو معمولی لباس و پوشاک میں دیکھ کر صلاح کی کہ حضرت کو عمدہ پوشاک زیب تن فرما کر اور اچھے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں جلوہ افروز ہوں - چنانچہ اعلےٰ درجہ کی پوشاک اور ترکی گھوڑا حاضر کیا گیا - لیکن فاروق اعظمؓ نے قبول نہ فرمایا - اور یہ کہہ کر اسی معمولی حالت میں بیت المقدس کے اندر داخل ہوئے کہ خدا نے جو ہمیں عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے واسطے یہی بس ہے -

اسلامی لشکر ظفر پیکر سرزمین فراعنہ (مصر) کی تسخیر میں مصروف تھا جس کا دربار خلافت میں سخت انتظار کیا جا رہا تھا - چنانچہ پایہ تخت مصر کے فتح ہوتے ہی سپہ سالار اسلامیہ حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) نے معاویہ بن خدیج کو بلا کر کہا کہ جس قدر تیز جا سکو جاؤ اور امیر المومنین کو فتح کی خوشخبری سناؤ - اس وقت معاویہ اونٹنی پر سوار ہوئے دو منزلیں کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے لیکن بسبب نصف النہار کا وقت ہونے کے کاشانہ خلافت کی بجائے مسجد نبوی کی طرف چلے تاکہ وقت مناسب ہو گا تو دربار خلافت میں حاضر ہوں گے اتفاق سے حضرت فاروق اعظم کی لونڈی اس طرف آ نکلی اور اس نے معاویہؓ کو مسافرانہ انداز میں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ کہاں سے آئے ہو - جواب دیا اسکندریہ سے قاصد آیا ہے - لونڈی اسی وقت لوٹ کر حضرت کے پاس گئی اور خبر کی - حضرت نے فرمایا کہ قاصد کو بلا کر لاؤ - لیکن فاروق اعظم پیغام سننے کے لئے اس قدر بے چین تھے کہ انتظار نہ کر سکے - اور اسی حالت میں کہ معاویہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اپنی چادر سنبھال رہے تھے آپ معاویہ کے پاس پہنچ گئے - مژدۂ فتح سن کر سجدۂ شکر ادا کیا اور مسجد میں تشریف لا کر منادی کرائی - الصلوٰۃ جامع کی آواز کا کان میں پہنچنا تھا کہ شہر کا شہر امڈ آیا -
معاویہ نے لوگوں کے سامنے فتح کے حالات بیان کئے اس کے بعد حضرت کے ہمراہ دولت کدہ پر گئے - حضرت نے لونڈی سے روغن زیتون اور روٹی منگا کر مہمان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا آنے کے ساتھ ہی میرے پاس کیوں نہ چلے آئے - معاویہ نے کہا کہ میں نے خیال کیا کہ یہ آرام کا وقت ہے شاید حضرت سوتے ہوں حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ افسوس تمہارا میری نسبت ایسا خیال ہے اگر میں سوؤں گا تو بار خلافت کون سنبھالے گا -
ہمارے لیڈر و ریفارمر جن کے ہنگامہ تک افراد قوم کا بار بانٹنا کیا ان کے فرشتوں کو بھی خیال نہیں کہ بڑی سے بڑی قومی ضرورت کیلئے بھی ان کے آرام میں خلل ہو - اس واقعہ پر غور کریں -
کاش بزرگان ملت جو قوم کی سرداری کو پھولوں کی سیج سمجھے بیٹھے ہیں حضرت فاروق اعظم کے حالات کو دیکھیں اور اپنی غلط فہمی پر متنبہ ہوں -

انسانیت کی سب سے اہم ضرورت

ذیل میں ہم حضرت مولینا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کی ایک تقریر ھدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ ان کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ "پیام انسانیت" کے عنوان سے ان کے مضامین کئی ہفتے مسلسل ان صفحات میں شائع ہوتے رہے ہیں یہ تقریر آپ نے ۱۲ر فروری سنہ ۱۹۵۶ء کی رات کو ایک عام جلسہ میں فرمائی جو اسی غرض کے لئے میونسپل پارک، لال باغ۔ لکھنؤ میں منعقد کیا گیا تھا جلسہ میں مسلم اور غیر مسلم دونوں بڑی تعداد میں شریک تھے۔ مولینا ممدوح نے پہلے خطبہ مسنونہ پڑھا۔ اور پھر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

(ادارہ)

دوستو اور بزرگو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے پیدا کیا اور اُس کی ضروریات کو اس دنیا میں بڑی فیاضی۔ فراوانی اور افراط کے ساتھ پیدا فرمایا انسان کی ضروریات کیا ہیں۔ اور اُن کا سامان کس طرح کیا گیا ہے۔ یہ ہم اور آپ سب جانتے ہیں۔ جن لوگوں نے ذرا بھی اس دنیا پر غور کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جن چیزوں کی انسان کو سیکڑوں اور ہزاروں برس کے بعد ضرورت پیش آتی اُن کا اہتمام دنیا کی ابتدا کے ساتھ کر دیا گیا تھا۔ انسانی ضروریات کے ہر شعبہ کے چلانے اور ترقی دینے کی صلاحیت اور محبت بھی انسان کی فطرت میں ودیعت کی اور اس کے لیے اُن سے گروہ اور افراد پیدا کیئے۔ جو اپنے اُن شعبوں اور پیشوں کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ حالانکہ اُن میں سے بعض ایسے کام ہیں۔ جن سے ہمیں وحشت ہوتی ہے۔ لیکن اُس کے کرنے والے اُن پیشوں کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اور اسی میں دنیا کے نظام کو چلانے اور ترقی دینے کا راز ہے۔ اس لیے دنیا میں ہزاروں انقلابات کے باوجود ہر پیشہ اور شعبہ موجود اور ترقی یافتہ ہے۔

انسان کے سوچنے کی بات یہ ہے۔ کہ اس زندگی کو اپنے پیدا کرنے والے کے منشاء کے مطابق گزارنے انسان کے منصب کو پہچاننے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے بھی اللہ تعالےٰ نے کوئی انتظام فرمایا یا نہیں زندگی کے اس سب سے اہم شعبہ اور سب سے ضروری کام کے لیے بھی کوئی سلسلہ یا گروہ دنیا میں جاری رہا یا نہیں جو اپنے اس مقدس کام کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھے اور اس اہم خدمت کے لیے اپنی جانوں کی بازی لگا دے۔

دوستو! انسان کی جو اصل ضرورت ہے اس کے لیے کوئی انتظام نہ کرنا اللہ کی رحمت سے بعید ہے۔ اس دنیا میں حکمت۔ صلاحیت اور ہر شعبہ زندگی سے مناسبت سب کچھ موجود ہے۔ جس کی بڑی دھوم دھام ہے۔ انسانوں کے سمجھنے میں بھی اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کہ انسانوں کی اصل ضرورت اور حقیقی مقصد کا کہ کس طرح زندگی گزارنا چاہیے۔ کس طرح وہ اپنے پالنے والے کو راضی کر سکتا ہے۔ کوئی انتظام نہ کیا گیا ہو۔ خدا نے انسانوں کی ایک اہم ضرورت اور خدمت کے لیے دنیا میں ایک ایسی بے غرض جماعت بھی پیدا کی جو انسانوں کو بتلاتی رہے۔ کہ یہ زندگی تمہاری تابعدار ہے۔ لیکن تم کسی اور کے تابعدار ہو اور انسانی زندگی حیوانیت سے بہت ممتاز اور ایک بڑے منصب کی مالک ہے دنیا میں گاڑیاں چلانے اور معمولی معمولی سفروں کے لیے طرح طرح کے انتظامات موجود ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کہ زندگی کا سفر بھی کوئی اہمیت رکھتا ہے۔ کہ نہیں؟ میں اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں کہ زندگی کا اتنا بڑا سفر بغیر کسی ادارہ اور جماعت کے طے ہو سکتا ہے۔ جس میں طرح طرح کے خطرات۔ تضاد۔ رقابتیں اور کشمکش موجود ہے۔ ہوس کو پورا کرنے کے لیے ایسی حالت ہے۔ کہ نہ ہم ہیں نہ ہماری خواہشات۔ آپ سانپوں اور بچھوؤں کو جانتے ہیں۔ لیکن انسانی زندگی میں جو سانپ اور بچھو۔ جو شعلے اور کانٹے۔ اور جراثیم ہیں وہ زندگی کے سفر کے لیے بڑے خطرناک ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے انسانوں پر اپنی خاص رحمت اور فضل سے بعض خطرات سے بچانے کا انتظام فرمایا۔ ہر زمانے میں اپنے وہ برگزیدہ بندے بھیجے جو انسانوں کو اُن کے مالک سے متعارف کرائیں۔ اور اُن کی اصل فلاح اور حقیقی بہبود کا راستہ دکھائیں۔ اگر یہ انتظام نہ ہوتا۔ تو انسانیت اور حیوانیت میں کوئی فرق نہ رہتا۔ اگر اللہ کو یہ دنیا چلانی اور انسانی زندگی کو اپنے معیار پر لانا تھا۔ جس کے لیے اُس نے ایسے انسان پیدا کئے جو اس خدمت کو انجام دیں اور اُن کو ایسا خلوص اور ایسی لگن عطا کی کہ وہ انسانوں کی ہدایت اور فلاح کے لیے اپنی ہر عزیز چیز قربان کرتے رہے۔ اور لوگوں کو اُن پر شبہ ہوتا تھا۔ کہ نہ معلوم وہ اس سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں میں سے سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا آپ نے ایک جماعت تیار کی جس کی بنیاد معاشرت، تمدن اور کلچر (Culture) پر نہیں تھی۔ اور جس کا دائرہ کسی قوم، گروہ یا ملک تک محدود نہ تھا۔ بلکہ آپ نے انسانیت کے سارے عالم کو اپنا پیغام دیا اور فرمایا۔ کہ میرے پاس وہ لوگ آئیں۔ جو زندگی میں ہوس کے مقابلہ میں قناعت خود غرضی کی بجائے بے نفسی اور نفس پرستی کی بجائے خدا پرستی کو ترجیح دیں۔ جن کا مقصد حیات دنیا میں حشرات الارض کی طرح جینا۔ شکاری عقابوں اور درندوں کی طرح دوسروں کو پھاڑ کھانا نہ ہو۔ بلکہ وہ اپنی زندگی سے انسانوں کو انسانیت کا مقام اور اصل مقصد حیات یاد دلائیں۔ اور اُن کی حیثیت بتائیں کہ وہ دنیا میں خدا کے نائب اور اس دنیا کے امین اور متولی ہیں۔ اور تمہارے لیے اللہ نے جو مقدر کیا ہے۔ اُس کی وسعتیں اس محدود دنیا سے بالاتر ہیں۔

سرگروہ انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ اُس وقت دنیا میں سب کچھ تھا ملک تھے۔ قومیں تھیں۔ حکومتیں تھیں۔ لیکن کوئی ایک جماعت ایسی نہ تھی۔ کہ اپنی ذات اور اولاد کے علاوہ انسانیت کی فکرمند ہو۔ انسان بھیڑیوں کی خصلت اختیار کر چکا تھا۔ جن کا کام اپنے بچوں کو پالنا دوسروں کو پھاڑنا ہے۔ کروڑوں انسانوں میں کوئی ایک آدمی ایسا نہ تھا۔ جو دنیا کی اس نازک گھڑی کو محسوس کرتا اسی لیے لوگوں کو آپ کے مقصد کو سمجھنے میں بڑی دقت اور کشمکش ہوئی۔ کیونکہ اُس وقت انسانیت دنیا کی ایک منڈی بنی ہوئی تھی۔ ایک دوسرے کو اپنا گاہک سمجھتا تھا۔ انسانیت کی روح لرز رہی تھی۔ بڑے بڑے فلسفی شاعر اور حکماء اس اضطراب سے آشنا اور خطرے سے ناواقف تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی اس ذہنیت کو بدلنے کے لیے ایک ایسی جماعت بنائی۔ جس نے ایمان یقین۔ عمل اور دعوت کے مجموعہ کی قوت سے اس بات کا فیصلہ کیا۔ کہ انسانیت کو ہلاکت اور تباہی کے سمندر میں ڈوبنے سے بچائیں گے۔ آپ نے ایسے بے لوث اور جانباز گروہ کی تشکیل کی جو اس خطرہ میں انسانیت کی کمر پکڑ لیں۔ اور زندگی کے دھارے کا منہ موڑ دیں اور دنیا کو چیلنج (challenge) کریں۔ اور زندگی کی پٹڑی پر اپنے آپ کو ڈال دیں۔ کہ اب اس دنیا کو اس پر نہیں چلنے دیں گے۔ یہ وہ امت ہے۔ جس نے اللہ کی طرف بلانے اور ہدایت کا راستہ دکھلانے کو

اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک وقت میں دنیا کی بڑی سے بڑی عزت۔ لذت اور بالاتری کی پیش کشوں کو ٹھکرا کر اپنے فیصلہ سے انسانیت کے مستقبل کو روشن اور دنیا کی زندگی کو بامقصد بنایا اور دنیا کے سامنے ایک نیا نقشہ یا نظام حیات پیش کیا۔ جس کی بنیاد چند خاص اصولوں پر رکھی۔ جن لوگوں نے ان کو اختیار کیا اُن کا امتیاز محض چند حقیقتوں کو تسلیم کر لینا یا محض ایک دھرم اور خاص طرز زندگی نہ تھا۔ حضور کی نبوت اس پر قناعت نہیں کر سکتی تھی قرآن گواہ ہے اور بڑی ناانصافی ہوگی۔ جو یہ سمجھا جائے۔ کہ آپ کا پیغام یا مشن محض ذاتی عقیدے اور عمل تک محدود تھا۔ بلکہ آپ نے جو جماعت قائم کی وہ اپنے عقیدے اور عمل کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کر چکی تھی۔ کہ اپنی تمام قوت اور صلاحیت اور ہر عزیز شے کو دنیا سے بُرائی کو روکنے اور نیکی کو پھیلانے کے لیے قربان کرے گی۔ اور مستقبل [illegible] انسانی ہدایت کا راستہ کھولے گی۔ اس کا مقصد نیکی اور بُرائی میں محض امتیاز نہ تھا۔ بلکہ نیکی کو بدی پر غالب کرنے کا فیصلہ اور عزم بھی تھا۔ دنیا سے خدا فراموشی اور خواہش کو ختم کرنا تھا۔ انہوں نے بدی ظلم نفس پرستی اور خدا فراموشی کے خلاف ایک مورچہ قائم کیا۔ اور اس کا فیصلہ کیا۔ کہ اُن کو آخر وقت تک اس مورچہ پر جنگ کرنی ہے۔ اور بدی کی طاقتوں کو فنا کر کے حق کو دنیا میں غالب کرنا ہے۔ انہوں نے اس کا بھی فیصلہ کیا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے اگر اُن کو اپنی تمام لذتوں۔ راحتوں اور عزتوں کو قربان کرنا پڑے تو وہ تیار ہیں۔

دوستو! صرف دھرم اور عقیدہ دنیا کے حالات میں کوئی انقلاب پیدا نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ اگر عمل بھی ہو۔ جب بھی دنیا سے بُرائی کو نہیں روکا جا سکتا عقیدے اور عمل کے ساتھ دعوت اسلام کا اصل مشن ہے۔ یہی وہ مجموعہ ہے۔ جو پیغمبر اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور یہی وہ مجموعہ ہے۔ جو ڈوبی ہوئی ناؤ کو تیرا سکتا ہے۔ لیکن آج دنیا میں اس مجموعہ کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ وہ یقین جو زندگی پر اثر انداز اور اپنے خلاف چلنے میں مانع ہو۔ وہ عمل جس سے دنیا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور وہ دعوت جو مشرق میں خدا فراموشی کی آواز سن کر مغرب سے اُڑ کر جانے کے لیے بے چین ہو نظر نہیں آتی۔ آج دنیا کو پھر اس کی ضرورت ہے۔ کہ عقیدہ اور عمل کے ساتھ دعوت کو اختیار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقصد کو اپنایا جائے جو اس دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اللہ کے پیغمبر صحیح عقیدہ۔ صحیح عمل اور بے غرض دعوت لیکر آئے اور اس بنیاد پر ایک جماعت قائم کی جو مسلمان کہلاتی آج اگر عقیدہ ہے۔ تو عمل نہیں اور عمل ہے۔ تو دعوت نہیں۔ اور اگر دعوت ہے۔ تو عقیدہ اور عمل نہیں۔ صرف تحریکیں۔ تجویزیں اور تقریریں ہیں خدا کی ہستی پر یقین مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔ آج دنیا میں دعوتیں ہیں تو سب کی زبان اس پر ٹوٹتی ہے۔ کہ ہماری ذات۔ ہماری اولاد اور اگر بہت ترقی کی تو ہماری قوم تو ہمارا ملک۔ اُن کی دعوت کی غرض ساری انسانیت اور اصلی مسئلہ انسانی مسئلہ نہیں ہوتا۔ اور ایمانی پاکیزہ اور خدا ترس زندگی کی اصلی دعوت کون دے رہا ہے۔ کون انسانیت کی تباہی کی درد سے بے چین ہے۔ زیادہ سے زیادہ صحت کی بربادی یا سیاسی زوال یا ملکی مشکلات و مسائل پیش نظر ہیں۔ ہمارے کان لگے رہتے ہیں۔ کہ کسی گوشے سے ہم صحیح اور ٹھوس بات سنیں۔ ہم نے بارہا بڑے اشتیاق اور توقعات کے ساتھ تقسیم اسناد کے خطبے۔ تقاریر اور مضامین پڑھے لیکن ہم بڑے مایوس ہوئے کہ کہیں انسانیت کے مقام خدا کے یقین اور مرنے کے بعد کا ذکر تک نہیں ملتا اور اخلاق اور سچی خداترسی کا یقین اور زندگی کے اس بگڑے ہوئے [illegible] پر گہری تنقید نہیں ملتی۔

ہم مسلمانوں سے خاص طور سے کہتے ہیں۔ کہ جو زندگی وہ گزار رہے ہیں۔ وہ اُن کی تاریخ اور اُن کے دعوے اور عقیدے سے مطابقت نہیں رکھتی آج وقت کی پکار یہ ہے۔ کہ تم اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھو۔ دنیا کے بڑے بڑے تجارتی شہر اور کارخانے اور مادی ترقی کے عروج دنیا کو تباہی سے بچانے سے قاصر ہیں۔ تم نے اپنی ذمہ داری کو بھلا دیا۔ اور وہی طرز زندگی اختیار کیا۔ جو دنیا کی خدا فراموش قوموں نے اختیار کر رکھا ہے۔ آج دنیا میں اس کی ضرورت ہے۔ کہ تم اپنے عقیدہ عمل اور بے غرض دعوت کی زندگی پیش کرو۔ دنیا تمہاری طرف دوڑے گی اور اسی نظام حیات سے زندگی کی گاڑی دلدل سے نکل سکتی ہے۔ آپ اپنے اس منصب کو پہچانئے اور انسانوں کو بتلائیے۔ کہ اے دنیا کے مقصود اے دنیا کے سردار تو کہاں بھٹک رہا ہے۔ کس پست ہمتی اور کس خودکشی میں مبتلا ہے۔

میں اپنے دوستوں اور وطنی بھائیوں سے کہتا ہوں کہ آج ہر شعبہ کے لئے پلان اور ہر مقصد کے لیے منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ لیکن کیا زندگی کا اصل کام اور حقیقی مقصد اس قابل نہیں۔ کہ اس کے لئے بھی جد و جہد کی جائے۔ آج کسی ملک میں اس مقصد کے لیے کوئی سرگرم و منظم جد و جہد و تحریک پائی نہیں جاتی زندگی کو تباہی کی دعوت دینے اخلاق کو بگاڑتے انسانیت کو کچلنے اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا سامان قدم قدم پر موجود ہے۔ اور اُس کی ترغیبات کا جال بچھا ہوا ہے۔ لیکن انسانی خوبیوں کو اُبھارنے اور باخبر زندگی گزارنے۔ ایمان و یقین اور نیک کردار پیدا کرنے کی کہیں دعوت موجود نہیں۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں۔ کہ اگر تم خلوص۔ ہمدردی اور بے غرضی کے ساتھ دعوت دو۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ انسان اُس کی قدر نہ کریں۔ محبت کو تو کسی سفارش کی ضرورت نہیں سچائی خود اپنا راستہ اور مقام پیدا کر لیتی ہے۔ مسلمانو! تمہاری زندگی کا راز اس تجارت میں ہے۔ کہ تم وہ سودا بازار میں لاؤ۔ جو دنیا میں نایاب اور انسانیت کے لیے آب حیات ہو۔ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور جو بھی یہ زندگی لے کر اُٹھے گا۔ وہ آنکھوں کا تارا اور سب کا دلارا ہوگا مسلمانو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی پاکیزہ زندگی کو اپنا نمونہ اور آپ کی دعوت کو اپنا مقصد حیات بنانا اس وقت کی بڑی خدمت اور ہمارا اصل پیغام ہے۔

بقیہ مسئلہ مساوات کی تحقیق و تفصیل

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

ہے۔ اور مسلمہ عورت جب غیر مسلم مرد کے تابع ہو گئی۔ تو اس کے اسلام و ایمان کو خطرہ ڈالتا ہے مسلم کو غیر مسلمہ سے اس صورت میں نکاح جائز ہے کہ غیر مسلمہ اہل کتاب میں سے ہو مشرک نہ ہو۔ یا مثلاً غیر مسلم جو مسلمانوں کے زیر حکومت رہتا ہے اس سے اور مسلم دونوں سے محصول لیا جاتا ہے۔ مگر چونکہ مسلم کے ہر قول و فعل میں عبادت کے پہلو کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس لئے جو محصول اس سے لیا جاتا ہے اس کا نام زکوٰۃ یا عشر رکھا گیا ہے۔ اگر اموال تجارت سے لیا گیا تو زکوٰۃ ہے محاصل زمین سے ہے تو عشر ہے اور ان کا مصرف بھی جداگانہ مقرر کر دیا گیا۔ غیر مسلم سے جو محصول لیا جاتا ہے۔ اس کا نام جزیہ و خراج رکھا گیا انکے حفظ جان و مال کا معاوضہ یہ ہے کہ سال بھر میں فی کس بہت تھوڑا محصول دے کر اپنی جان و مال عزت و آبرو کو نہ صرف محفوظ کر لیں۔ بلکہ معاملات و معاشرت میں مسلم کے برابر ہو کر رہیں۔

محاصل اراضی سے جو کچھ لیا جاتا ہے اس کا نام خراج ہے۔ اور ان دونوں جزیہ و خراج کا مصرف جداگانہ رکھا گیا۔ زکوٰۃ و عشر میں تو چونکہ ایک قسم کی عبادت کو دخل ہے۔ اس لئے اس کے مستحق اور ہیں اور جزیہ و خراج میں عبادت کا پہلو نہیں لیا گیا۔ وہ غیر مسلموں سے اس وجہ سے لیا جاتا ہے کہ ان کو مذہب میں آزادی دے کر ان کے طریق عبادات میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی۔ اس لئے اس کے مستحق دوسرے ہیں۔ مع ہذا بعض صورتوں میں مسلم سے بھی خراج لیا جاتا ہے۔ یعنی جو زمین ایک مرتبہ خراجی ہو چکی وہ مسلم کے قبضہ میں جانے کے بعد بھی خراجی ہی رہتی ہے۔ اسی طرح کے اور بھی جزوی فرق ہیں۔ جن سے مسلم و غیر مسلم اسلام و غیر اسلام کا امتیاز قائم رہے اور اس امتیاز کو غیر مسلم کے انواع میں بھی ملحوظ رکھا گیا۔ غیر مسلم اہل کتاب ہیں یا مشرک پھر ان میں منافق ہیں۔ یا غیر منافق یعنی جو ظاہراً مسلمان ہوں اندر دل میں اسلام نہ ہو۔ بلکہ بعض اسلام ہو منافق کہلاتے ہیں۔ پھر غیر مسلم اصلی ہوں یا اسلام سے پھرے ہوئے ہوں۔ ان سب کے انفرادی احکام بوجہ ان امتیازات خاصہ کے جداگانہ ہیں۔ ہم تفصیل وار ہر ایک کو اس جگہ بیان کرنے سے بالکل معذور ہیں۔

امراۃ الاسلام

(از سید مشتاق حسین صاحب بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۲)

ادھر حضورؐ از حد بے چین تھے۔ اور لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ کیا یہ سچ ہے؟

ایک دفعہ حضورؐ منبر پہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میری بیوی پہ یہ الزام ہے کیا یہ حقیقت ہے یا کسی منافق کا افترا ہے؟ ایک بزرگ انصاری اٹھے اور کہنے لگے کہ اگر یہ آدمی قبیلہ اوس سے کوئی ہے ہمیں بتائیے اگر خزرج سے ہے تو پھر —— ابھی وہ بات مکمل نہیں کر پائے تھے کہ دوسرے قبیلہ والوں نے ٹوک دیا اور کہا کہ ہم اس سے خود نپٹیں گے؟ آپ کیوں دریافت کرتے ہیں۔ اس پر کچھ تو تو میں میں ہوگئی اور اصل بات دب گئی۔

اس کے بعد حضورؐ نے فرداً فرداً لوگوں سے شہادتیں لینی شروع کیں۔ حضرت زیدؓ وغیرہ نے پوچھنے پر ان کی توصیف فرمائی حضرت زینب بنت جحشؓ جو آپ کی دوسری ازدواج تھیں۔ اُن سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ عجیب بات تھی انہی کی ایک بہن حمنہ بنت جحش جو خواہ مخواہ الزام لگانے والوں میں شامل تھیں۔ آپ کی (حضرت عائشہ) ایک لونڈی بُریرہؓ نامی سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی طہارت اور تقوے کی تعریف کی اور کہا ہاں جب یہ چھوٹی سی تھیں تو سیج کو غفلت کرتی تھیں اور رات کا خمیر کیا ہوا آٹا بکریاں کھا جایا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ میں نے عائشہؓ میں خدا نخواستہ کوئی برائی نہیں دیکھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے کوئی اور جواب دینے کی بجائے حضورؐ کی تشفی فرمائی۔ اور کہا حضورؐ آپ کو اور بیویاں کیا کم ہیں؟ اس جواب پر بعض مؤرخین کا یہ خیال ہے کہ آئندہ چل کر جنگ جمل (جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ میں ہوئی تھی ممکن ہے یہی جواب بنیاد ہو۔

خیر حضورؐ کی پریشانی میں کمی نہ ہوئی اور ان کا اضطراب قائم رہا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کا خیال تھا کہ شاید حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کسی طرح خواب کے ذریعہ یا القا سے میری براءت کا اظہار فرما دیں۔ اس واقعہ کو پورا ایک ماہ گذر گیا۔

ایک دن انصار کی ایک خاتون ہمارے گھر بیٹھی تھیں کہ اچانک حضور نبی کریمؐ ہمارے ہاں تشریف لے آئے۔ اور فرمانے لگے اے عائشہؓ! اگر تم نے گناہ کیا ہے تب اللہ تعالیٰ تجھے معاف کردے۔ اگر نہیں کیا تب بھی تجھے الزام سے بری کر دے۔ میں نے اپنے والد کی طرف دیکھا کہ حضورؐ کی بات کا جواب دیں وہ فرمانے لگے کیا جواب دوں۔ پھر والدہ کی طرف دیکھا وہ بولیں میں کیا جواب دوں میں سنبھل کر بیٹھ گئی۔ میں نے قرآن بھی نہیں زیادہ پڑھا تھا (ان دنوں علم صرف قرآن ہی تھا) میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں لیکن آپ کے قلب اطہر میں شک پڑ چکا ہے۔ آپ یقین نہیں فرمائیں گے اور اگر یہ کہوں کہ میں گنہگار ہوں تب یہ بھی حقیقتاً غلط ہے۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضورؐ پر وحی کی علامتیں طاری ہوگئیں۔ جب آپ عام کیفیت میں آئے تو فرمایا کہ اے عائشہؓ! تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بری کر دیا۔

اس پر سب قبیلہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی ہوگی۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ بولیں کہ عائشہ حضورؐ کا شکریہ ادا کرو کہ انہوں نے تمہیں اس تہمت سے بری کر دیا۔ عائشہ فرمانے لگیں میں اللہ کا شکریہ پہلے کیوں نہ ادا کروں ورنہ یہ چیز تو حضورؐ کے دل میں بھی شبہ پیدا کئے ہوئے تھی۔

اس موقعہ پر سورۃ نور کی آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں جناب عائشہؓ کی بریت اور الزام لگانے والوں کو شدید تنبیہ کی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تہمت اور افترا کے جرم میں صحابیوںؓ تک کو سرزنش کی۔ اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔

اس سانحہ کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو پہلے حضرت مسطحؓ کی مدد فرمایا کرتے تھے ان کو مدد دینا بند کر دی۔ بادی النظر میں وہ حق بجانب بھی تھے۔ کم از کم ایک چچا یا ماموں کو اپنی بھانجی یا بھتیجی وغیرہ کے سلسلہ میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے تھا۔ کم از کم وہ خاموش ہی رہتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات حضرت صدیق اعظمؓ کے شایان شان نظر نہ آئی کہ وہ اس بات پر اپنی مسلمہ سخاوت سے باز رہیں۔ لہٰذا قرآن پاک ہی میں حکم آیا کہ وہ ایسا نہ کریں۔

حضورؐ کی زندگی زاہدانہ تھی۔ دو دو ماہ تک گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ تمام ازواج مطہرات پر مسلسل فاقے گذرتے تھے۔ حضورؐ کے شرف صحبت سے یہ "پاک بیبیاں" اس قابل تھیں کہ نفس کشی کی حد کو پہنچ جائیں لیکن شکوہ و شکایت زبان پہ نہ آئے۔ تاہم بتقضائے بشریت بعض دفعہ صبر و قناعت کا جام لبریز بھی ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکرؓ و عمرؓ بارگاہ نبوی میں تشریف لائے تو حضورؐ کو ازواج میں گھرا ہوا پایا۔ سب توسیع نفقہ کا تقاضہ فرما رہی تھیں۔ انہیں یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ اور انہوں نے اپنی اپنی صاحبزادیوں کو تنبیہ کی وہ فوراً مان گئیں کہ آئندہ حضورؐ کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گی البتہ دوسری ازواج اپنے مطالبات پہ قائم رہیں حضورؐ پر اتنا کم کا اس قدر دل شکن اثر ہوا۔ آپؐ نے عہد فرما لیا کہ ایک ماہ تک اپنے ازواج سے نہیں ملیں گے۔ آپؐ نے ایک علیحدہ جگہ تنہا نشینی اختیار فرمالی۔ انہی دنوں آپؐ گھوڑے سے گر پڑے۔ اور ساق مبارک پر زخم آیا۔ ان واقعات سے مدینہ والوں نے خیال کیا کہ شاید (خدانخواستہ) حضورؐ نے ازواج کو طلاق دیدی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جرأت کر کے سرکارؐ سے پوچھا کہ یہ سچ ہے —— آپ نے فرمایا "نہیں" حضرت عمرؓ یہ سُن کر بے ساختہ "اللہ اکبر" پکار اٹھے۔

جب ایلا کی مدت (ایک ماہ) گذر گئی تو آپؐ بالاخانہ سے تشریف لے آئے۔ اور سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس ہی تشریف لائے۔ وہ ایک ایک دن گن رہی تھیں فرمانے لگیں یا رسول اللہ آپ ۲۹ ہی دن کے بعد تشریف لے آئے۔ حالانکہ آپؐ نے ایک ماہ کا عہد فرمایا تھا۔ ارشاد فرمایا "مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی تو ہوا کرتا ہے" اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ازواجؓ رسول سے سوال ہوا کہ دُنیا اور آخرت میں سے ایک چیز کو پسند کریں۔ اگر دُنیا درکار ہے تو وہ بھی حاضر ہے۔ اور اگر آخرت چاہیئے تو رسول اللہ کے ساتھ ہر حالت میں رفاقت کرنی پڑے گی۔ ازواج کی طرف سے حضرت عائشہ ہی پیش پیش تھیں۔ جب ارشاد باری کا علم ہوا۔ تو فرمایا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں"

حضورؐ نے سلھ میں وفات پائی۔ کل ۱۳ دن بیمار رہے۔ جن میں سے آخری ۸ دن جناب عائشہؓ کے ہاں قیام فرمایا۔ آپؐ نے تمام ازواجؓ سے دریافت فرمایا کہ میں کس جگہ قیام فرماؤں۔ اگلے دن آپ کی باری (جناب عائشہؓ کے ہاں) تھی ازواج مطہرات نے منشائے اقدس سمجھ کر عرض کی کہ حضورؐ کو اختیار ہے جہاں مناسب فرمائیں قیام کریں۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں بازو تھام کر بمشکل حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں لائے۔

وفات سے پانچ روز پہلے آپ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی ہوئی ہیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ عائشہؓ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں۔ کیا میں اپنے اللہ سے بدگمان ہو کر ملوں گا۔ جاؤ اور ان کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دو۔

پیر کے روز حضورؐ کا وصال ہوا۔ اس دن صبح کے وقت طبیعت مقدس پرسکون تھی۔ دن کے ساتھ ساتھ آپ پر غشی کے دورے پڑنے لگے حضرت عائشہؓ ہی سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضورؐ فرماتے تھے کہ پیغمبران کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ موت کو قبول کریں یا زندگی کو۔ چنانچہ وفات سے پہلے حضورؐ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہتے۔ مع الذین انعم اللہ علیھم اور کبھی یہ فرمایا اللّٰھم فی الرفیق الاعلیٰ۔ جن سے ظاہر تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روپوشی کا زمانہ قریب تر ہے۔ وفات سے کچھ وقت پہلے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ کا سر اقدس جناب صدیقہؓ کے سینہ اطہر پر تھا حضرت عبدالرحمنؓ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ جس کی طرف حضورؐ نے بنظر غائر دیکھا۔ مزاج شناس رسول سمجھیں کہ مسواک کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ اس لئے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لیکر اپنے دندان سے نرم کی اور نبی کریمؐ کی خدمت میں پیش کی۔ حضورؐ نے اس حالت میں بھی تندرستوں کی طرح [illegible]

اس موقعہ کے بعد جناب عائشہؓ کو بجا طور پر ناز تھا کہ آخری وقت بھی سرورِ کائناتؐ نے ان کا جھوٹا منہ میں لگایا۔

اب وفات قریب تر تھی حضرت عائشہؓ حضورؐ کو سنبھالے ہوئے تھیں کہ بدنِ اطہر کا بوجھ محسوس ہوا۔ دیکھا تو چشمہائے مبارک پھٹ کر چھت سے لگ گئی تھیں اور روح پاک عالم قدس میں رفیق حقیقی کے پاس پرواز کر گئی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے سر اقدس سینہ سے ہٹا کر تکیہ پر رکھ دیا۔ اور محبوبؐ عالم شوہر کی میت کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور آنکھوں سے ساون بھادوں کا سماں تھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ سعادت بھی اس پاک بی بی کے مقدر میں تھی کہ نبی اکرمؐ کا مدفن بھی آپ کا حجرۂ مبارک تھا۔ نبی کریمؐ کی ازواج کے لئے دوسری شادی ممنوع تھی۔ کیونکہ وہ زوجہ رسولؐ کی حیثیت میں جملہ مسلمانوں کی ام المومنین ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اڑتالیس سال بیوگی میں گذارے۔ اس زمانہ میں آپ کی شخصیت نہ صرف افضل ترین زوجہ رسولؐ کی تھی بلکہ علم وفضل زہد وتقویٰ کا سرچشمہ تھیں۔ قرن اولیٰ کے نہایت ملند اصحابہ کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

حضورؐ کے بعد آپ کے والد ماجد مسلمانوں کے خلیفہ اوّل بنے لیکن دو ہی برس کے بعد وہ بھی اپنے آقائے رسولؐ کو جاملے اور جناب صدیقہؓ کا دوسرا سایہ شفقت جاتا رہا۔ ان کے بعد فاروقؓ اعظم خلیفہ مقرر ہوئے انہوں نے حضرت عائشہؓ کی بہت دلجوئی اور قدر دانی کی۔ خود ان کا بیان ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد ابن خطابؓ نے مجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے۔ حضرت عمرؓ نے تمام ازواج کا دس دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ ان کا بارہ ہزار درہم تھا۔ یہ تفاوت ان کی دلجوئی کے لئے تھا۔ کیونکہ حضورؐ کا بھی ان سے تعلق بالخصوص تھا۔ فاروق اعظمؓ کی حضورؐ کی تقلید ملاحظہ ہو۔ حالانکہ ازواج میں سے خود حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ بھی شامل تھیں۔

جنگ جمل:۔ جس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی حضرت صدیقہؓ مکہ معظمہ میں اقامت پذیر تھیں۔ مدینہ میں ناخوشگوار واقعات کی اطلاع حضرت زبیرؓ اور طلحہؓ ان کے پاس لے کر گئے وہ محض ان کی دعوت پر اصلاح حال کے لئے بصرہ تشریف لے گئیں۔ وہاں سے اتفاقاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مبارزت پیش آگئی۔ یہ اس قدر دلشکن واقعات ہیں کہ ان سے جمیع مسلمانوں کو افسوس ہے۔ بلکہ خود حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کو بھی بے حد قلق ہے یہ واقعہ غلط فہمی کی بنا پر پیش آیا۔ جونہی وہ ختم ہوئی ایک دوسرے کی طرف کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ حضرت علی نہایت عزت اور توقیر سے ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت جناب عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں اس وجہ سے اس جنگ کا نام جنگ جمل پڑا۔ دونوں بزرگوں کے فدائیوں نے جی بھر کر داد شجاعت دی کتنے تھے جنہوں نے صدیقہؓ کے اونٹ کی حفاظت میں اپنی لاشیں اونٹ کے قدموں میں ڈال دیں۔

اس کے متعلق حضرت عائشہ کو حضورؐ کا ارشاد یاد تھا۔ جس میں انہیں اس دن کی غلطی کے متعلق متنبہ کیا گیا تھا۔ یہ فرمان بھی موجود تھا کہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ

لئے پیغمبر بیویاں اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو۔ جب حضرت عائشہؓ یہ آیت پڑھا فرماتی (تھیں) اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ خود ہی فرمایا کہ مجھے روضہ نبویؐ میں اپنے شوہر کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ۔ کیونکہ میں نے ان کے بعد ایسا جرم کیا ہے۔ جس کی وجہ سے روضۂ نبویؐ میں دفن ہونے کا حق نہیں رکھتی۔

خلافت راشدہ کے بعد ۱۸ برس زندہ رہیں۔ یہ زمانہ سکون اور خاموشی کے ساتھ تبلیغ دین میں گزرا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں وفات پائی۔ اس وقت عمر شریف ۶۷ برس کی تھی۔ آپ کے عزیزان نے جسدِ پاک کو داخل کیا۔ اس وقت ابو ہریرہؓ والئے مدینہ تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔ صرف ایک نا تمام سا بچہ ساقط ہوا تھا۔ شرعی احکام کے مطابق اس کا نام عبداللہ تھا۔ اسی نام پر جناب عائشہ کنیت فرماتی تھیں۔ آپ کا حلیہ مبارک کتب سیرت میں اس طرح لکھا ہے کہ خوش رو اور صاحب جمال تھیں۔ رنگ سرخ وسپید تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے مختصر سے حالات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ آئندہ قسط میں ان کے مناقب وکمالات کا ذکر مقدس آئے گا۔

"اقسامِ علم"

از صاحبزادہ ابوالفیض محمد امیر خسرو اشعری چشتی مانسرہ ہزارہ"

قسط سوم

علم چار قسم ہے۔ (۱) علم شافع یعنی علم شفاعت دینے والا۔ (۲) علم رافع یعنی علم بلند کرنے والا (۳) علم نافع یعنی علم نفع دینے والا۔ (۴) علم ضائع یعنی علم فضول علم شافع علم تفسیر واحادیث ہے علم رافع علم فقہ ہے۔ کیونکہ اسی پر احکام اسلام کا دارومدار ہے۔ اور یہی علم اپنے صاحب کی قدر بلند کرتا ہے۔ علم نافع علم تذکیر ہے یعنی وعظ و نصیحت ہے۔ کیونکہ یہی دنیا اور دین میں نفع دیتا ہے علم ضائع علم منطق ہے۔ جس میں حکماء کے دلائل اور جدل ہیں کیونکہ اس علم میں تضیع اوقات ہے۔ ہر علم بغیر عمل کے غیر مفید ہے اور عمل بغیر علم کے غیر صحیح ہے۔ پس عالم کو عمل کی ضرورت ہے۔ اور عابد کو علم کی ضرورت ہے اور علم پڑھنا سب عبادات وطاعات سے افضل ہے۔ چنانچہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے۔ تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیرٌ من احیائہا۔ رات کو ایک ساعت میں علم کا درس وتدریس تمام رات کی عبادت سے افضل وبہتر ہے۔ فضیلت علم کی بے شمار احادیث ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں دیکھ لینی چاہئیں۔ علم عبادت سے افضل ہے۔ اور ذکر دعا سے افضل ہے اور نماز قرآن سے افضل ہے کیونکہ نماز متضمن ہے۔ قرآن واذکار تکبیر وتسبیح۔ تہلیل و درود علی النبیؐ کو اور متضمن ہے خشوع۔ عجز وانکسار خضوع رکوع وسجود کو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصلوٰۃ معراج المومن نماز مرد مومن کی معراج ہے۔ انتہٰی۔ اور بعض علمائے کرام نے علم کی صرف دو قسمیں بتائی ہیں (۱) علم مکاشفہ جو مقصود لذاتہ ہے مکاشفہ ایک نور ہے۔ جو کہ دل میں جذبۂ الٰہی یا تزکیۂ نفس سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کہ نفس کو صفات ذمیمہ سے پاک کیا جاتا ہے۔ تو اس نور کے توسل سے وہ امور منکشف ہو جاتے ہیں۔ جن کے نام قبل اس کے وہ سنتا تھا۔ اور وہ باعتبار حقائق کے غیر منکشف تھے۔ اب منکشف ہو کر صاحبِ کشف کے لیے معرفت حقیقی حاصل ہو جاتی ہے۔ خدائے قدوس کی ذات اور صفات افعال اور حکمتِ دنیا و آخرت کی تخلیق سے اور یہ وضاحت بطور امثال کے ہوتی ہے۔ اسی لئے اہل معرفت نے اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے کہا ہے۔ مَاعرفناك حق معرفتك الٰہی ہم نے تجھے حق طور پر نہیں پہچانا اور عارفین نے کہا ہے۔ اِن منتہٰی معرفۃ اللّٰہ تعالےٰ الاعتراف بالعجز عن معرفتہ (قطب الارشاد ص۱۶)

ترجمہ اللہ کی معرفت کی انتہا یہ ہے۔ کہ اس کی معرفت سے اپنے عجز کا اعتراف کرے اور علم مکاشفہ صدیقین و مقربین کا علم ہے۔ بعض عارفین نے کہا ہے۔ کہ من لم یکن لہٗ نصیب من ھٰذا العلم اخاف علیہ سُوء الخاتمۃ وادنی النصیب منہ التصدیق بہ و تسلیمہ لاھلہ انتہٰی قطب الارشاد ص۴ ترجمہ جو کوئی علم مکاشفہ سے محروم ہو اس کا برا خاتمہ ہونے کا خوف ہے۔ اور مکاشفہ ادنیٰ کا حصہ یہ ہے۔ کہ اہل کشف کے مکاشفہ کی تصدیق کی جائے۔ اور اسے درست مانا جائے۔ وقال الاخر من کان فیہ خصلتان لم یفتح لہٗ شیٌ من ھٰذا العلم بدعۃ وکبرٌ قطب الارشاد ص۴ ترجمہ جس میں تکبر اور بدعت ہو۔ اس کو کشف نہیں ہوتا دوسرا علم مقصود لغیرہ ہے۔ وہ دو قسم ہے (۱) علم محمود (۲) علم مذموم۔ علم محمود یعنی پسندیدہ علم

بچّوں کا صفحہ

عقل کی بات

از عزیزی محمّد شریف پرویز مزنگ لاہور

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کوئی بادشاہ شکار کے لئے کسی جنگل میں جا نکلا، وزیر اور غلام بھی بادشاہ کے ساتھ تھے۔ بادشاہ نے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور اتنی دُور نکل گیا کہ اپنے ساتھیوں سے جُدا ہو گیا۔

غلام کو فکر ہوئی تو وُہ بادشاہ کی تلاش میں نکلا۔ راستے میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا جو اپنی جھونپڑی کے سامنے بیٹھا تھا۔ غلام نے اُس سے پُوچھا "کیوں بے اندھے! ادھر سے کوئی سوار گذرا ہے"؟ فقیر نے جواب دیا "مجھے تو کسی کی آہٹ معلوم نہیں ہوئی"!

تھوڑی دیر بعد وزیر کا بھی ادھر سے گذر ہوا اُس نے فقیر سے پوچھا "کیوں بابا جی اِدھر سے کوئی سوار گذرا ہے"؟ فقیر نے جواب دیا۔ "ہاں ابھی بادشاہ کا غلام گذرا ہے"!

اتّفاق سے بادشاہ کا بھی ادھر سے گذر ہوا۔ اور پُوچھا۔ "کیوں شاہ صاحب! اِدھر سے کوئی سوار تو نہیں گذرا؟" فقیر نے جواب دیا۔

"جہاں پناہ! ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ پہلے آپ کا غلام اور پھر آپ کے وزیر ادھر سے گذرے ہیں۔"

بادشاہ کو یہ سُن کر تعجب ہوا اور پوچھا۔

"شاہ صاحب! آپ تو نابینا ہیں۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ پہلے غلام گذرا پھر وزیر اور میں بادشاہ ہوں"؟

فقیر نے کہا۔ "حضور آدمی اپنی گفتگو سے پہچانا جاتا ہے۔ غلام نے مجھے اندھا کہا وزیر نے بابا جی کہا اور آپ نے شاہ صاحب"

سچ ہے کہ ذلیل اور شریف آدمی کی پہچان اُس کی گفتگو سے ہوتی ہے۔ شریف آدمی کا کلام نہایت پاکیزہ اور سلجھا ہوا ہوتا ہے۔ وُہ جب بھی بات کرتا ہے اُس کے منہ سے پھُول جھڑتے ہیں۔ اور کمینے آدمی کی بات کرخت ہوتی ہے۔ اگر وہ کسی کو دعائیں بھی دیں تو گالیاں معلوم ہوتی ہیں۔

اِس لئے بچّو! تم ہمیشہ دوسروں سے تمیز اور ادب سے گفتگو کیا کرو؟"

دُعا

از پرویز

تیری ہے شان اُونچی تیری ہے ذات عالی
ہم پہ ہو تیری رحمت شاہ و گدا کے والی

نے آرزوئے دُنیا نے مال و زر کی خواہش
بھُوکا ہوں تیرے در کا دونوں جہاں کے مالی

بے آسرا ہوں بے پر آیا ہوں تیرے در پہ
نظر کرم ہو مجھ پہ کون و مکاں کے والی

کوئی نہیں ہے تجھ بن حاجت روا کسی کا
نظر کرم کا ہو کر آیا ہوں میں سوالی

لے سب کی سننے والے میری دعا بھی سُن لے
جائے نہ در سے تیرے پرویز آج خالی

اقوالِ زرّیں

(١) ماں باپ کو خوش رکھو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ تم سے خوش رہے۔
(٢) رشتہ داروں سے بدسلوکی نہ کرو۔ تاکہ تم اپنے اعمال ضائع نہ کر بیٹھو۔
(٣) غصّہ چھوڑ دو۔ تاکہ تم جنّت میں جاؤ۔
(٤) دوسروں کا عیب چھپاؤ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اعمال چھپائیں۔
(٥) کسی کی چُغلی نہ کھاؤ تاکہ تم جنت سے محروم نہ رہ جاؤ۔
(٦) تکبّر مت کرو۔ تاکہ تم ذلیل نہ ہو۔

(محمد شریف پرویز)

ہفت وار خبریں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

ایڈیٹر- عبدالمنان چوہان

بدلِ اشتراک

سالانہ ــــ گیارہ روپے
ششماہی ــــ چھ روپے
فی پرچہ ــــ ۴ آنے

ــــ لاہور ۲۶ فروری پاکستان انڈسٹریل ڈیویلپمنٹ کارپوریشن کے چیئرمین نے بتایا ہے۔ کہ حکومت پاکستان لاہور کو سوئی گیس مہیا کرنے پر آمادہ ہوگئی ہے۔ اور اس سکیم کی تفصیلات مرتب کی جارہی ہیں۔ آپ نے بتایا۔ کہ ملتان میں فولاد کا ایک کارخانہ بھی تعمیر کیا جائے گا۔

ــــ کراچی ۲۷ فروری بھارتی فوج نے خلیج کچھ میں چڈ کے علاقے پر جو زبردستی قبضہ کیا ہے۔ اس پر پاکستان میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔

ــــ کراچی ۲۸ فروری آج دستور ساز اسمبلی نے آئینی بل کی تمام دفعات (۲۴۵) منظور کرنے کے بعد آئینی بل کی دوسری خواندگی مکمل کرلی۔ کل دوپہر بل کی تیسری خواندگی شروع ہوگی۔

ــــ کراچی ۲۸ فروری۔ آج کراچی کارپوریشن کے اجلاس نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کرکے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے۔ کہ وہ برطانوی حکومت کو لارڈ مونٹ بیٹن کا دورہ منسوخ کرنے کا مشورہ دے

ــــ لاہور۔ ۲۸ فروری لاہور کارپوریشن نے آج لارڈ مونٹ بیٹن کی پاکستان میں مجوزہ آمد کے خلاف، شدید احتجاج کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مونٹ بیٹن کے دورے کو فوراً منسوخ کرائے۔ کارپوریشن نے چڈ کے علاقے میں بھارتی کاروائی کی بھی پُرزور مذمت کی ہے۔

ــــ کراچی ۲۹ فروری دستور ساز اسمبلی نے آج آئینی بل کی تیسری خواندگی مکمل کرکے نیا آئین اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں میں منظور کرلیا۔

ــــ کراچی ۲۹ فروری معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت پاکستان نے چڈ کے علاقے پر بھارتی فوج کے قبضہ کے خلاف بھارتی حکومت سے زبردست احتجاج کیا ہے

ــــ لاہور ۲۹ فروری لاہور کارپوریشن نے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ کارپوریشن کو روزمرہ ضروریات کے لئے مستقل طور پر پولیس کا سپیشل دستہ مہیا کیا جائے کارپوریشن اس دستہ کے اخراجات خود برداشت کرے گی۔

ــــ کراچی یکم مارچ وزیراعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے آج ایک نشری تقریر میں اعلان کیا ہے۔ کہ وہ اور اُن کے رفقاء ملک میں جلد از جلد عام انتخابات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ انتخابات آزادانہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہوں گے۔

ــــ کراچی ۲ مارچ آج دستور ساز اسمبلی نے فیصلہ کیا کہ پاکستان جمہوریہ بننے کے بعد بھی دولت مشترکہ سے اپنا تعلق برقرار رکھے گا

ــــ کراچی ۲ مارچ گورنر جنرل پاکستان نے آج صبح گیارہ بجے ایک مختصر لیکن پروقار تقریب میں آئینی بل کی منظوری دے دی۔ اس تقریب سے قبل ارکان دستوریہ ہزاروں شہریوں کے ہمراہ جلوس کی صورت میں گورنر جنرل ہاؤس پہنچے تھے

ــــ کراچی ۲ مارچ پاکستان مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ برطانوی حکومت پر زور دے کر لارڈ مونٹ بیٹن کا دورہ پاکستان منسوخ کرائے۔

ــــ لاہور۔ ۳ مارچ کل رات برطانوی بحریہ کے اعلان میں بتایا گیا۔ کہ لارڈ مونٹ بیٹن کا دورۂ پاکستان منسوخ کردیا گیا ہے۔

ــــ نئی دہلی ۲۶ فروری آل انڈیا ریڈیو نے دعوے کیا ہے۔ کہ بھارتی فوج کے دستوں نے کل رات آٹھ بجے خلیج کچھ کے غیر آباد جزیرہ چڈ پر قبضہ کرلیا ہے جب تین بجے شام بھارتی دستوں نے چڈ کے علاقے میں پیش قدمی شروع کی تو پاکستانی دستے اس علاقے کو خالی کرچکے تھے۔

ــــ پٹنہ ۲۶ فروری کل شام بہار اسمبلی نے ۲۵ کے مقابلے میں ۱۵۷ ووٹوں سے مغربی بنگال اور بہار کا ایک انتظامی یونٹ بنانے کی قرارداد منظور کرلی۔

ــــ انقرہ ۲۶ فروری ترکیہ کے وزیر خارجہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ قبرص ترکیہ کا حصہ ہے۔ اور وہ اس پر یونان کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔

ــــ لندن۔ یکم مارچ برطانوی بحریہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ اپنے چار تباہ کن جہاز اور ایک کروزر حکومت پاکستان کو فروخت کررہی ہے۔

ــــ تہران یکم مارچ روس کے ڈپٹی ملٹری اتاشی کو تہران میں جاسوسی کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔

ــــ لندن ۲ مارچ اردن کے شاہ حسین نے اپنی فوجوں کے برطانوی کمانڈر انچیف جنرل گلب پاشا کو برطرف کردیا ہے۔ وہ ۱۹۳۹ء سے کمانڈر انچیف چلے آرہے تھے۔

ــــ لندن ۲ مارچ برطانوی وزیراعظم نے کہا ہے۔ کہ برطانیہ ڈیورنڈ لائن کو افغانستان اور پاکستان کے درمیان بین الاقوامی سرحد تسلیم کرتا ہے۔

ــــ نیو دہلی ۳ مارچ وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے لوک سبھا میں بتایا کہ بھارت چڈ بیٹ کے تنازعہ کے متعلق پاکستان سے سرکاری سطح پر بات چیت کرنے کو تیار ہے۔

ــــ پیرس ۲ مارچ کل رات فرانس اور مراکش کے ایک مشترکہ اعلان میں کہا گیا کہ حکومت فرانس نے مراکش کی آزادی تسلیم کرلی ہے۔ مراکش اپنی فوج رکھ سکے گا۔ اور اسے دوسرے ملکوں سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کا اختیار ہوگا۔